در کفے جامِ شریعت، در کفے سندانِ عشق
ہر ہوسناکے نداند جام و سنداں باختن

بیادگار

حضرت ابوالبرکات سید حسن قادری گیلانی
رحمۃ اللہ علیہ

پندرہ روزہ

پشاور

الحسن

"شاہ محمد غوث" اکیڈمی یکہ توت، پشاور

شاہ محمد غوث اکیڈمی پشاور کا علمی مجلہ بیادگارِ حضرت ابوالبرکات سید حسن صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ

رجسٹرڈ نمبر پی ۳۶۹

پندرہ روزہ

الحسن پشاور

بانی مدیر
فقیر محمد امیر شاہ
قادری گیلانی

مدیر اعلیٰ
سید غلام الحسنین
قادری گیلانی

شمارہ نمبر ۳۰۷-۳۰۸ | جلد نمبر ۲۶

یکم تا ۳۱ اگست ۲۰۰۵ء | رجب المرجب | ۱۴۲۶ھ

مدیر اعلیٰ سید غلام الحسنین قادری گیلانی نے رضوان پرنٹرز
قصہ خوانی بازار پشاور سے طبع کر کے یکہ توت پشاور سے شائع کیا۔

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان	مضمون نگار	صفحہ نمبر
۱	شذرہ	اقبال ریاض	۲
۲	نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم	نظیر شاہجہانپوری	۴
۳	انوارِ غوثیہ شرح الشمائل النبویہ	حضرت سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ	۵
۴	دراسات الحسنیہ	حضرت سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ	۱۲
۵	اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ایک منفرد نعت	پرنسپل (ریٹائرڈ) الحاج صوفی مشتاق احمد صدیقی	۲۱
	نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم	مولانا کوثر نیازی	۲۴
۶	روحِ اسلام (تصوف)	ڈاکٹر محمد عطاء اللہ قادری جلوی رحمۃ اللہ علیہ	۲۵
۷	حضرت شاہ محمد غوث اور علماء و مشائخ اٹک	راجہ نور محمد نظامی	۳۳
۸	غزل	علیم شاہد	۴۰
۹	سیدنا مولوی جی یادوں کے آئینہ میں	سید فرمان شاہ بخاری	۴۱
۱۰	ارشاداتِ غوث الصمدانی رضی اللہ عنہ	مرتب: سید کامران شاہ بخاری	۵۳
۱۱	تبصرۂ کتب	سید محمد انور شاہ قادری	۶۱
۱۲	غزل	ہوش ترمذی	۶۴

شذرہ

ہسپتال کے معاملات، مریض اور معالج

اقبال ریاض

انسانی زندگی میں صحت کے مسئلہ کو بڑی اہمیت دی گئی ہے۔ جس طرح دن کے بعد رات ہے اسی طرح دکھ سکھ لازم وملزوم ہیں لہذا بیماری بھی انسان کسی نہ کسی وقت گھیر ہی لیتی ہے جس کے علاج کیلئے مریضوں کو ڈاکٹروں، حکیموں اور ہسپتالوں کا رخ کرنا پڑتا ہے اور پھر یہ مسیحا کام ہے کہ وہ ڈاکٹری کے پیشے میں داخل ہوتے وقت دکھی انسانیت کی خدمت کے سلسلہ میں اپنے وعدہ کو کس طرح نبھاتا ہے۔

مریضوں میں امیر وغریب بھی شامل ہوتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا مسیحا ان دونوں قسم کے مریضوں یعنی امیر وغریب سے یکساں سلوک کرتا ہے یا صرف پیسہ ہی اس کے نزدیک علاج معالجہ کیلئے ایک معیار بن جاتا ہے اور اس کی نظر مریض کی جیب پر رہتی ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ سرکاری ہسپتالوں میں زیادہ تر غریب اور متوسط درجے کے مریض ہی علاج معالجے کیلئے داخل ہوتے ہیں جبکہ امراء اور دولتمند زیادہ تر پرائیوٹ ہسپتالوں اور بعض بیرون ملک علاج کرانا ہی بہتر سمجھتے ہیں۔ مسئلہ زیادہ تر غریبوں اور متوسط درجہ کے مریضوں کا ہے۔ لیکن دیکھنے اور سننے میں یہی آتا ہے بعض مسیحا اپنے فرائض کو خوف خدا کے جذبہ کے تحت انجام نہیں دیتے۔ مریض تڑپتا رہے، فریاد کرتا رہے وہ موبائل فونوں پر خوش گپیوں میں مصروف نظر آتے ہیں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں اخبارات میں بھی اس قسم کی خبریں آتی رہتی ہیں اور لوگ احتجاج بھی کرتے رہتے ہیں۔

مبینہ طور پر ڈاکٹر صاحبان ہسپتالوں میں اپنا فرض صحیح طور پر انجام دینے کی بجائے مریض کو اپنے کلینک کا راستہ بتاتے ہیں۔ جہاں اسے بھاری بھر کم فیس ادا کرنے کے علاوہ مختلف قسم کے ٹسٹوں کے مراحل سے گزرنا پڑتا ہے جو کئی ایک مریضوں کے لئے سوہان روح بن جاتا ہے۔ بعد ازاں نوبت ادویات کی آتی ہے لیکن چند ایک مریضوں کے سوا ڈاکٹر مریضوں کو ہسپتالوں میں ادویات کی بجائے

بازار سے ادویات خریدنے کی پرچی تھمادی جاتی ہے۔ ادویات مہنگی بھی ہیں اور جعلی دوائیوں کا مسئلہ ایک علیحدہ دردِ سر ہے جن کے استعمال سے مریض کا تندرست ہونا تو درکنار وہ دیگر پیچیدہ امراض میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

اس بارے میں بعض ڈاکٹر صاحبان اور ادویات ساز کمپنیوں کی ملی بھگت کی خبریں آئے روز سننے میں آتی ہیں۔ پچھلے دنوں صوبائی حکومت کے ایک ترجمان کی طرف سے اس ملی بھگت کے بارے میں انکشاف بھی ہوئے تھے۔ لیکن اس بارے میں کسی موثر کاروائی کا کوئی پتہ نہیں چل سکا۔ اگرچہ ڈاکٹری کا پیشہ ایک منفعت بخش روزگار ہے لیکن یہ عبادت بھی ہے اور کارِ ثواب بھی۔

کاش ہمارے مسیحا صاحبان ڈاکٹر حکیم اللہ جان کی زندگی سے سبق سیکھنے کی کوشش کریں جن کی فرض شناسی کی وجہ ان کا نام آج بھی زندہ ہے۔

طالب غوث الاعظم والے!

از سلطان العارفین حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ

طالب غوث الاعظم والے، شالا کدی نہ ہوون ماندے ہُو
جیندے اندر عشق دی رتی، سدا رہن کرلاندے ہُو

جینوں شوق ملن دا ہووے، لے خوشیاں نت آندے ہُو
دوئیں جہان نصیب تہادے باہُو، جیہڑے ذاتی اسم کماندے ہُو

نعت شریف

نظیر شاہجہانپوری

نعمتیں لاکھ وہ پائیں گے مدینہ جا کر
دیدہ و دل جو بچھائیں گے مدینہ جا کر

جن کی رعنائی پہ قرباں ہے بہارِ فردوس
وہ نظارے نظر آئیں گے مدینہ جا کر

خاکِ صحرائے مدینہ کے ہر اک ذرّے کو
اپنی آنکھوں میں بسائیں گے مدینہ جا کر

اپنی پیشانی عاجز پہ بصد عجز و نیاز
خاکِ طیبہ کو سجائیں گے مدینہ جا کر

نیت اپنی ہے، طلب اپنی، عقیدت اپنی
آپ جو چاہیں گے پائیں گے مدینہ جا کر

جا رہے ہیں شہ بطحا کی عنایت لینے
بس یہ اک چیز ہی لائیں گے مدینہ جا کر

کیسا کیسا غمِ دوری نے ستایا ہے نظیر
اس کی روداد سنائیں گے مدینہ جا کر

گزشتہ سے پیوستہ

انوارِ غوثیہ شرح الشمائل النبویۃ

از قطب الاقطاب شیخ القرآن والحدیث
حضرت علامہ سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ

حدیث نمبر ۶/۵۸ حدثنا عبد بن حمید حدثنا محمد بن الفضل اخبرنا حماد بن سلمة عن حبیب بن الشهید عن الحسن عن انس بن مالک اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ خَرَجَ وَھُوَ مُتَّکِیٌٔ عَلٰی اُسَامَۃَ بْنِ زَیْدٍ عَلَیْہِ ثَوْبٌ قِطْرِیٌّ قَدْ تَوَشَّحَ بِہٖ فَصَلّٰی بِھِمْ وَ قَالَ عَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ سَاَلَنِیْ یَحْیٰی بْنُ مُعِیْنٍ عَنْ ھٰذَا الْحَدِیْثِ اَوَّلَ مَا جَلَسَ اِلَیَّ فَقُلْتُ حدثنا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَۃَ فَقَالَ لَوْ کَانَ مِنْ کِتَابِکَ فَقُمْتُ لِاُخْرِجَ کِتَابِیْ فَقَبَضَ عَلٰی ثَوْبِیْ ثُمَّ قَالَ اَمْلِلْہُ عَلَیَّ فَاِنِّیْ اَخَافُ اَنْ لَا اَلْقَاکَ قَالَ فَاَمْلَیْتُہٗ عَلَیْہِ ثُمَّ اَخْرَجْتُ کِتَابِیْ فَقَرَاْتُ عَلَیْہِ

ترجمہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (اپنے کاشانہ اقدس) تشریف لائے اس حالت میں کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کا سہارا لئے ہوئے تھے۔ آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یمنی چادر تھی جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لپٹے ہوئے تھے۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (اسی حالت میں) صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو نماز پڑھائی اور عبد بن حمید نے کہا محمد بن الفضل فرماتے ہیں کہ یحییٰ بن معین نے میرے پاس بیٹھتے ہی مجھ سے اس حدیث کے متعلق پوچھا۔ میں نے اس طریق سے حدیث بیان کرنی شروع کر دی کہ حدیث بیان کی مجھ سے حماد بن سلمہ نے، تو اس (یحییٰ بن معین) نے کہا کہ اگر تو اپنی کتاب سے یہ (حدیث) پڑھتا (تو بہتر تھا) میں (محمد بن فضل) کتاب لانے کیلئے اٹھا تو انہوں (یحییٰ

بن معین) نے میرا دامن پکڑ لیا اور فرمایا مجھے لکھا دے، مجھے ڈر ہے کہ تم سے ملاقات نہ ہو سکے۔ (محمد بن فضل نے) کہا میں نے اس (یحییٰ بن معین) کو زبانی (یہ حدیث) لکھا دی، پھر میں وہ کتاب لے کر آیا اور اسے پڑھ کر (یہ حدیث) سنائی۔

حل لغات

مُتَّکِئٌ: وہ بھروسہ کئے ہوئے تھے، وہ سہارا لئے ہوئے تھے، وہ ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ قِطْرِیٌّ: یمنی چادر، جامہ غلیظ از قطن۔ تَوَشَّحَ بِہٖ: ڈالی ہوئی تھی، گرائی ہوئی تھی، "مجمع البحار" میں ہے کہ توشیح یہ ہے کہ کپڑے کا ایک کنارہ بائیں ہاتھ کے نیچے سے لے جا کر داہنے کندھے پر ڈالنا، پھر دونوں کناروں کو ملا کر سینہ پر گرہ دے دینا۔ اَمْلِلْہُ: املا کرا دے اس کو، لکھا دے اس کو۔

تشریح

ارشاد ہے "نبی کریم ﷺ اپنے کاشانۂ اقدس سے باہر تشریف لائے اس حالت میں کہ آنجناب ﷺ جناب اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما پر سہارا لئے ہوئے تھے" یا تو یہ وہ بیماری کا زمانہ تھا جس کے بعد آنحضور ﷺ کا وصال شریف ہوا یا کسی دوسری بیماری کے دوران ایسا کیا گیا ہوگا۔ مگر جناب محدث کبیر علامہ ملا علی قاری رحمہ الباری فرماتے ہیں کہ پہلی بات صحیح نظر آتی ہے اور حضرت علامہ اجل شیخ الدرس حافظ علی احمد جان صاحب نور اللہ مرقدہٗ بھی یہی فرماتے تھے۔ "جمع الوسائل" میں جناب محدثِ کبیر علامہ ملا علی قاری رحمہ الباری تحریر فرماتے ہیں

ففی روایۃ الدار قطنی انہ خرج بین اسامۃ ابن زید و الفضل
ابن عباس الی الصلوۃ فی مرضہ الذی مات فیہ فصلی باصحابہ

"دار قطنی کی روایت ہے کہ جناب سید دو عالم ﷺ اسامہ بن زید اور فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر سہارا لئے اپنے کاشانہ اقدس سے نماز کیلئے اس بیماری میں تشریف لائے جس میں کہ آنجناب ﷺ کا وصال شریف ہوا اور اپنے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو نماز پڑھائی۔"

ارشاد ہے "آنجناب ﷺ پر یمنی چادر تھی جس میں آنجناب ﷺ لپٹے ہوئے تھے" جناب محدث کبیر علامہ ملا علی قاری رحمہ الباری "جمع الوسائل" میں تحریر فرماتے ہیں:

والمراد ھھنا انہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ادخل الثوب

تحت یدہ الیمنی القاہ علی مکنبہ الا یسر کما یفعلہ المحرم

''یہاں پر یہ مراد ہے کہ حضور پاک ﷺ نے چادر مبارک داہنے بازو کے نیچے لے کر بائیں کندھے پر ڈال رکھی تھی جیسا کہ مُحرِم احرام باندھتا ہے''

امام بخاری ابن عباس سے روایت فرماتے ہیں:

قال خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم

فی مرضہ الذی مات فیہ و علیہ ملحفۃ متغطیا بہا

''ابن عباس نے فرمایا کہ حضور پاک ﷺ اپنے کاشانہ اقدس سے باہر اس بیماری میں تشریف لائے جس میں آپ ﷺ کا وصال مبارک ہوا اور آنحضور ﷺ ایک چادر میں لپٹے ہوئے تھے''

یمنی چادر ایک قسم کا خوبصورت موٹا رضائی جیسا کپڑا ہوتا ہے جو کہ بحرین کی طرف سے آتا ہے۔ ازہری لکھتے ہیں کہ بحرین میں ایک قریہ ہے جس کا نام قطرہ ہے اس کپڑے کی نسبت اسی قریہ کی طرف ہے، اسی لئے اس کپڑے کو قطری کہا گیا ہے۔

حدیث نمبر ۵۹/۷ حدثنا سوید بن نصر حدثنا عبداللہ بن المبارک عن سعید بن ایاس الجریری عن ابی نضرۃ عن ابی سعید الخدری قال کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اِذَا سْتَجَدَّ ثَوْبًا سَمَّاہُ بِاسْمِہٖ عِمَامَۃً اَوْ قَمِیْصًا اَوْ رِدَآءً ثُمَّ یَقُوْلُ اللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ کَمَا کَسَوْتَنِیْہِ اَسْاَلُکَ خَیْرَہٗ وَ خَیْرَ مَا صُنِعَ لَہٗ وَ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّہٖ وَ شَرِّ مَا صُنِعَ لَہٗ

ترجمہ ابوسعید خدری ؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نیا کپڑا زیب تن فرماتے تو اس کو اس نام سے موسوم فرماتے جیسے عمامہ یا کرتہ یا چادر۔ پھر فرماتے اے اللہ تبارک وتعالیٰ ہر قسم کی تعریف ہر زمانہ میں، ہر طریقہ پر، ہر ایک سے خاص تیرے ہی لئے ہے جیسے کہ تو نے یہ کپڑا مجھے پہنایا، اس پر میں تیرا شکر ادا کرتا ہوں۔ اے اللہ! تجھ ہی سے اس کپڑے کی بھلائی چاہتا ہوں اور جس کام

کیلئے یہ کپڑا اپنایا گیا ہے اس کیلئے بھی بھلائی چاہتا ہو۔ اس کپڑے کے شر سے تجھ ہی سے پناہ مانگتا ہوں اور جس شرارت والے کام کیلئے یہ کپڑا اپنایا گیا ہے اس کے شر سے پناہ مانگتا ہوں۔

حل لغات اِسۡتَجَدَّ: موجو، پاتے، پہنتے۔

تشریح ارشاد ہے ''نیا کپڑا زیب تن فرماتے تو اس کو اس کے نام سے موسوم فرماتے جیسے عمامہ یا کرتہ یا چادر'' یعنی اس کپڑے کا نام رکھتے جیسے حدیث میں آیا کان لہ عمامۃ تسمی السحاب پیارے محبوب ﷺ کا عمامہ مبارک تھا جس کا نام سحاب تھا۔ محدثین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے یہ معنی بھی لکھے ہیں کہ جس وقت آنحضور سراپا نور ﷺ کوئی نیا کپڑا پہنتے تو اظہارِ حمد اور تحدیث نعمت کے طور پر اس طرح ارشاد فرماتے رَزَقَنِیَ اللّٰہُ ھٰذِہِ الۡعَمَامَۃَ اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ عمامہ عطا فرمایا یا یہ قمیص یا یہ چادر مرحمت کی ہے اور پھر یہ دعا فرماتے

اَللّٰھُمَّ لَکَ الۡحَمۡدُ کَمَا کَسَوۡتَنِیۡہِ اَسۡأَلُکَ خَیۡرَہٗ وَ

خَیۡرَ مَا صُنِعَ لَہٗ وَ اَعُوۡذُبِکَ مِنۡ شَرِّہٖ وَ شَرِّ مَا صُنِعَ لَہٗ

حضور اقدس ﷺ سے صرف یہ دعا منقول نہیں بلکہ ایسے مواقع پر آنجناب ﷺ سے اور دعائیں بھی ماثور ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث جو کہ مرفوع ہے اور جسے ابنِ حبان اور الحکم نے تخریج کیا ہے فرمایا کہ جس نے نیا کپڑا پہنا پھر کہا

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ کَسَانِیۡ مَا اُوَارِیۡ بِہٖ عَوۡرَتِیۡ وَ اَتَجَمَّلُ بِہٖ فِیۡ حَیَاتِیۡ -- ثم عمد الی الثوب الذی اخلق فتصدق بہ کان ھفظ اللہ و فی کنف اللہ و فی ستر اللہ حیا و میتا

حضرت معاذ بن انس کی حدیث ہے کہ جو مرفوع ہے اور جسے امام احمد نے تخریج کیا ہے فرمایا جس شخص نے نیا کپڑا پہنا پھر کہا

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ کَسَانِیۡ ھٰذَا وَ رَزَقَنِیۡہِ مِنۡ غَیۡرِ حَوۡلٍ وَّلَا قُوَّۃٍ غفر اللہ لہ ما تقدم من ذنبہ

اور ابوداؤد نے اپنی ایک راویت میں وما تاخر کو زیادہ بیان کیا ہے۔

حدیث نمبر ۶۰/۸ حدثنا هشام بن یونس الكوفی انبانا القاسم بن مالك المزنی عن الجریری عن ابی نضرة عن ابی سعید الخدری عن النبی صلی الله علیه واله وسلم نحوه حدثنا محمد بن بشار انبانا معاذ بن هشام حدثنی ابی عن قتادہ عن انس بن مالك قَالَ كَانَ اَحَبُّ الثِّيَابِ اِلٰی رَسُوْلِ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَلْبَسُهُ الْحِبَرَةَ

ترجمہ جناب انس بن مالک سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور سرور کائنات ﷺ کو سب کپڑوں میں پہننے کیلئے یمن کی سبز رنگ کی چادر بہت پسند تھی۔

حل لغات اَلْحِبَرَة: یمنی سبز رنگ کی چادر، حَبْرٌ اچھا کرنا، رنگین کرنا، بُرْدِ حَبِیْر اور بُرُوْدِ حِبَرَہ نقیش بیلدار چادر، یہ یمن میں بنا کرتی ہیں۔

تشریح ارشاد ہے "حضور سرور کائنات ﷺ کو پہننے کے سب کپڑوں میں یمن کی سبز رنگ کی چادر بہت پسند تھی" یہ چادر پنبہ یا کتان سے بنتی ہے۔ یہ کپڑا عربوں کے نزدیک اشرف اور اعلیٰ کپڑوں میں شمار ہوتا ہے۔ نیز علماء کرام نے فرمایا ہے کہ چونکہ جنتیوں کا لباس سبز رنگ کا ہوگا اس لئے آنحضور ﷺ کو اس رنگ کا کپڑا بہت پسند تھا۔

یہاں پر اس شک کو گزشتہ احادیث میں کرتہ کی پسندیدگی کا ذکر ہے اور اس حدیث شریف میں یمنی سبز رنگ کی چادر کا ذکر آیا ہے۔ جناب علامہ مولانا مولوی محمد عاقل صاحب شارح شمائل شریف نے نہایت احسن طور پر رفع کر دیا ہے، فرماتے ہیں

"مراد احب آنکہ ساتر بود و حِبَرَۃ احب از برائے رنگ بود یا آنکہ جامہا دوختہ احب پیراہن بود واز جامہ نادوختہ احب حِبَرَۃ بود-- واللہ اعلم"

یعنی احب الثیاب سے مراد یہ ہے کہ چونکہ کرتہ تقریباً وجود کو بڑی خوبصورتی سے ڈھانپ لیتا ہے اس لئے وہ پسندیدہ تھا اور چادر از روئے رنگ کے پسند تھی اور بغیر سلے کپڑوں میں یمنی سبز رنگ کی چادر

پسندیدہ تھی۔۔۔ واللہ اعلم۔

حضور سرورِ عالم و عالمیان، صاحب شفاعت کبریٰ احمد مجتبیٰ سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ نے جب وصال فرمایا تو سُجِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بِبُرْدِ حِبَرَةٍ آنحضور ﷺ پر ایک یمنی چادر ڈال دی گئی تھی۔ یعنی آنجناب سراپا نور ﷺ کے وجودِ اطہر کو اس میں چھپا دیا گیا تھا۔ ایک اور مقام پر ارشاد ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ اَطْعَمَنَا الْخَمِيْرَ وَاَلْبَسَنَا الْحَبِيْرَ شکر ہے اللہ تعالیٰ کا جس نے ہم کو خمیر کھلایا اور الحبیر پہنایا۔ بعض نسخوں میں يَلْبَسُهٗ کی جگہ يَلْبَسُهَا بھی آیا ہے جیسے

كَانَ اَحَبُّ الثِّيَابِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَنْ يَّلْبَسَهَا الْحِبَرَةُ

حدیث نمبر ۶۱/۹ حدثنا محمود بن غیلان انبانا عبدالرزاق انبانا سفین عن عون بن جحیفة عن ابیه قَالَ رَءَيْتُ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ حَمْرَآءُ كَاَنِّىْ اَنْظُرُ اِلٰى بَرِيْقِ سَاقَيْهِ قَالَ سُفْيٰنُ اُرَاهَا حِبَرَةً

ترجمہ ابی جحیفہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو اس حال میں دیکھا کہ آنجناب ﷺ سرخ جوڑا زیب تن کیے ہوئے تھے گویا اس وقت آنحضور ﷺ کی دونوں مبارک پنڈلیوں کی نورانیت کو دیکھ رہا ہوں، سفیان فرماتے ہیں کہ میں خیال کرتا ہوں کہ وہ حلہ حمرا بردِ یمانی تھا۔

حل لغات حُلَّةٌ : ایک قسم کے دو کپڑے، ایک لنگی اور ایک چادر۔ بَرِيْقِ : سفید، نورانیت، درخشندگی، چمک۔ سَاقٌ : پنڈلی۔

تشریح ارشاد ہے "میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو اس حال میں دیکھا کہ آنجناب ﷺ سرخ جوڑا زیب تن کیے ہوئے تھے" شارحین فرماتے ہیں کہ اس سرخ جوڑے میں دھاریاں تھیں، خالص سرخ نہیں تھا۔ صاحب لغات الحدیث جلد اول کتاب ح صفحہ نمبر ۱۲۶ پر لکھتے ہیں

"یہ خالص سرخ نہ تھا بلکہ اس میں سرخ اور سیاہ دھاریاں تھیں"

سرخ لباس مرد پہن سکتا ہے یا نہیں؟ اس پر کافی بحث ہے۔ فقہاء کرام نے مکروہ لکھا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ اگر دھاریدار ہو یا اس کا سوت رنگا ہوا ہو تو جائز ہے۔ ابن جریر طبری نے کہا کہ مطلقاً جائز ہے مگر ثقاہت اور مروت کے خلاف ہے۔

جناب محدث کبیر فقیہ اعظم جناب ملا علی قاری رحمہ الباری اپنی شرح ''جمع الوسائل'' جلد اول صفحہ نمبر ۱۱۵ پر تحریر فرماتے ہیں:

والمراد بالحلة الحمراء بردان یمانیان

منسوجان بخطوط حمر مع سود کسائر البرود الیمنیة

''حلہ حمراء سے مراد یمنی دو منقش چادریں ہیں جو سیاہی پر سرخ دھاریوں والی ہوتی ہیں جیسے کہ عام طور پر یمنی چادریں ہوا کرتی ہیں۔''

نیز فرمایا کہ سرخ لباس تو منہی عنہ ہے اور مکروہ لبسہ ہے یعنی اس کا پہننا مکروہ ہے۔ ارشاد ہے ''گویا میں اس وقت آنحضور ﷺ کی دونوں مبارک پنڈلیوں کی نورانیت کو دیکھ رہا ہوں'' معلوم ہوا کہ آنحضور ﷺ کی تہبند نصف پنڈلی مبارک تک تھی۔ تہبند یا پاجامہ ٹخنوں تک ہونا مستحب ہے اور ٹخنوں سے نیچے کرنا از روئے تکبر ہو تو حرام ہے ورنہ مکروہ ہے۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حضور شفیع المذنبین، رحمت للعالمین ﷺ کی ذات والا صفات سے کتنا عظیم عشق تھا، کتنا گہرا پیار تھا اور کتنی والہانہ محبت تھی کہ جس وقت بھی حضور اقدس سراپا نور ﷺ کے وجود مبارک کا ذکر خیر فرماتے تو اپنی محبت کی انتہائی ذوق، شوق اور جذب و کیف کے عالم میں فرماتے جیسے کہ جناب ابی جحیفہ رضی اللہ عنہ کے اس جذبہ صادقہ کا اظہار اس فقرہ سے ہو رہا ہے کہ ''گویا حضور اقدس ﷺ کی دونوں پنڈلیوں مبارک کی چمک اور درخشندگی اب بھی میری نظروں کے سامنے ہے'' ایسے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور ﷺ کے اس تصور مبارک سے اسی طرح ان کا قلب و دماغ منور و معطر ہو رہا ہے۔

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ وَعَلٰی اٰلِکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ (جاری ہے)

گزشتہ سے پیوستہ

دِراسَاتُ الْحَسَنِیَّہ

شانِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(قرآن واحادیث کی روشنی میں)

از قطب الاقطاب شیخ القرآن والحدیث

حضرت علامہ سیدنا محمد امیر شاہ قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ

مرتب: سید محمد انور شاہ قادری

لائبریرین گورنمنٹ ہائیر سیکنڈری سکول نمبر ۳ پشاور شہر

جب یہ واقعہ ہوا تو اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ نے قرآن مجید کی یہ آیت اتاری

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ (آل عمران: ۱۷۹)

ترجمہ: اللہ مسلمانوں کو اس حال پر چھوڑنے کا نہیں جس پر تم ہو جب تک جدا نہ کردے گندے کو ستھرے سے اور اللہ کی شان یہ نہیں کہ اے عام لوگو تمہیں غیب کا علم دے دے ہاں اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے۔ (ترجمہ از کنز الایمان)

اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے فرمایا تم میرے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں گفتگو کرتے ہو--- یہ علم تو میرا عطا کیا ہوا ہے--- یہ علم تو میرا ہے، ہاں! عالم الغیب والشہادہ کا علم ہے--- یہ تو اس کا علم ہے جس سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَخْفٰی عَلَیْہِ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ (ال عمران:۵)

ترجمہ: اللہ پر کچھ چھپا نہیں زمین میں اور آسمان میں۔ (ترجمہ از کنز الایمان)

اللہ جل جلالہ فرماتے ہیں کہ ان کے سامنے تو کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے اور پھر تم کس طرح ان کے علم کا انکار کرتے ہو۔ ان کو سکھانے والے تو ہم ہیں --- ان کے استاد تو ہم ہیں --- ہم بڑی قوت اور بڑی طاقت کے مالک ہیں۔

اب اللہ جل جلالہ کی شان مبارک یہ نہیں ہے کہ وہ چھوڑ دے مومنوں کو جس حالت پہ یہ ہیں۔ ہر ایک مومن ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ اللہ جل جلالہ فرماتے ہیں اب جب تم میرے محبوب پر انگلی اٹھاتے ہو۔ میرے محبوب ﷺ کے علم میں جب تم گستاخی کرتے ہوئے، میرے محبوب ﷺ کے علم میں جب تم گفتگو کرتے ہو، تو اب میں بھی تمہیں برہنہ کرتا ہوں! فرمایا اب شانِ خداوندی یہ نہیں کہ چھوڑ دے تم کو اے مومنو! اس حالت پر کہ جس میں تم ہو۔

یہاں تک کہ اب اللہ تعالیٰ جل جلالہ خبیث کو، گندے کو، پلید کو ستھرے اور پاک سے جدا کردے۔ اب اللہ تعالیٰ کی یہ شان ہے کہ بتادے کہ مومن کون ہے اور منافق کون ہے۔ اسلئے پیارے محبوب ﷺ نے فرمایا کہ یہ ابی ابن سروح منافق ہے اس کو باہر نکال دو، فلاں منافق ہے اس کو باہر نکال دو، فلاں منافق ہے اسکو باہر نکال دو۔ حضور نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والے کو اللہ تعالیٰ نے خبیث فرمایا۔ سوچنے کی بات ہے خبیث کے معنی ہیں انتہائی پلید --- اور وہ کون ہے؟ وہ جو پیارے محبوب ﷺ کی شان علم کے بارے میں گفتگو کرتا ہے۔

آج کل ایک دور ہے --- اس دور کو اگر میں حضور نبی کریم ﷺ کی بے ادبی کا دور کہوں تو نازیبا نہ ہوگا۔ منبر پر، سٹیج پر، جلسوں میں حضور نبی کریم ﷺ کی شان علم میں گفتگو کرتے ہیں۔ میرے استاذِ محترم حضرت صاحبزادہ حافظ علی احمد جان صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ (نام نہاد عالم) تھرما میٹر لے کے بیٹھے ہیں --- کس بات کا؟ اس بات کا کہ حضور ﷺ کو اتنا تھا اور اتنا نہیں تھا۔ اب بیٹھ گئے تحقیق کرنے کیلئے پیارے محبوب ﷺ کے علم کے بارے میں۔ کوئی کہتا ہے پیارے محبوب ﷺ کا علم جزوی

تھا، کوئی کہتا ہے کلی تھا، کوئی کہتا ہے اتنا تھا، کوئی کہتا ہے اتنا تھا۔

فاضل محترم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، دیکھو عقل کے پورو! ایک شخص دسویں جماعت میں پڑھتا ہے، اب اس کا امتحان بی اے والا لے گا کبھی آٹھویں والا لے سکتا ہے؟ سوچنے کی بات ہے نا! آٹھویں جماعت میں ایک شخص پڑھتا ہے کیا وہ دسویں جماعت والے کا امتحان لے سکتا ہے؟ لے گا تو بی اے والا لے گا۔ اسی طرح بی اے والے کا امتحان ایم اے والا لے گا، ایم اے والے کا امتحان آگے پی ایچ ڈی والا لے گا، جوں جوں علم بڑھتا جائے گا توں توں اپنے سے چھوٹے درجے کے لوگوں کا امتحان وہ لیتے جائیں گے۔ حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ یہ جو بد بخت --- جو کہتے ہیں حضور کا اتنا علم تھا اتنا نہیں تھا --- ان لوگوں کا نبوت سے علم زیادہ ہے۔ (حق تو یہ ہے کہ) جس کا نبوت سے علم زیادہ ہے وہ نبوت کے علم کو ماپے کہ نبوت کا علم کتنا ہے اور کتنا نہیں ہے۔

صاحب تفسیر روح البیان رحمۃ اللہ علیہ حضور پاک سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم مبارک کے بارے میں لکھتے ہیں، فرماتے ہیں کہ دیکھو، ایسا نہ ہو کہ کسی دھوکے میں چلے جاؤ۔ عقیدہ دیکھئے، اپنا اہل سنت و جماعت کا کیا ہے؟ فرمایا اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ کا علم --- مثال میں نہیں دیتا، سمجھانے کیلئے میں یہ بات کرتا ہوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ کا علم سات سمندر ہوں --- سبعۃ البحر --- اور پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا علم ان سات سمندروں کے مقابلے میں ایک قطرہ ہے۔ اب آپ غور فرمایئے اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا علم کتنا ہے، کوئی اندازہ کر سکتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ کا علم کتنا ہے؟

اب فرمایا صاحب تفسیر روح البیان نے کہ پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا علم یوں سمجھو کہ سات سمندر ہیں اور سارے انبیاء کا علم ایک قطرہ ہے۔ اور صاحب تفسیر روح البیان فرماتے ہیں کہ اب یوں سمجھو کہ تمام انبیاء کا علم سات سمندر ہے اور باقی تمام دنیا کے جو عالم ہیں، مقنن ہیں، فقیہ ہیں، محدث ہیں، مفکر ہیں، جو بھی ہیں ان سب کا علم انبیاء کے علم کے مقابلے میں ایک قطرہ ہے۔

وَعَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ وَکَانَ فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا (النساء: ۱۱۳)

فرمایا اے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر فضل عظیم ہے، اب اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ فرماتا ہے کہ وہ

مومنوں کو اس شان کے اوپر چھوڑنے والا نہیں یہاں تک کہ جو حضور ﷺ کے علم کے منکر ہیں، منافق ہیں، ان کو بھی بتادے، خبیثوں کو، جو انکار کرنے والے ہیں جو باتیں بنانے والے ہیں، جو عیب ڈھونڈنے والے ہیں، جو حضور ﷺ کے علم میں کمی تلاش کرنے والے ہیں، ان کو بھی اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ بتا دے اور پیارے محبوب ﷺ کے عشاق جناب ابوبکر صدیق، عمر فاروق، جناب عثمان ذوالنورین اور جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بھی آنجناب ﷺ کے علم کے بارے میں آگاہ کردے۔

ایک بات یہاں پر ذہن میں آئی ہے۔ جناب امام الاولیاء سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم جامع کوفہ میں کھڑے ہو کر وعظ فرما رہے ہیں، فرمایا سلونی، آؤ آج مجھ سے پوچھو جو پوچھنا ہے کہ میں تمہیں بتادوں۔ اور پھر آپ نے ایک دم فرمایا کہ مجھے وہ علم حاصل ہے جو جبرئیل امین علیہ السلام کو بھی حاصل نہیں۔ یہ حضور ﷺ کے غلام تھے، حضور ﷺ کے داماد تھے، حضور ﷺ کے جگر گوشہ تھے، حضور ﷺ کے لختِ جگر تھے، حضور ﷺ کی آنکھوں کا نور تھے، یہ ان کی بات ہے تو پھر حضور نبی کریم ﷺ کی کیا بات ہوگی --- سبحان اللہ!

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ

اس موقع پر جناب سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ --- جو کہ حضور ﷺ کے صحابی تھے، حضور ﷺ کے وقت کے قاضی تھے، بعد کے خلفاء کے زمانے کے قاضی تھے، حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی طرف سے صفین میں حکم تھے --- کھڑے ہو گئے اور عرض کرتے ہیں کہ جبرئیل ناموسِ اکبر ہے، جبرئیل تمام انبیاء کی طرف وحی لانے والا ہے، جبرئیل کے سامنے لوح محفوظ ہے اور آپ فرماتے ہیں کہ جبرئیل کو بھی وہ علم نہیں جو کہ مجھے ہے۔

آپ نے فرمایا اجلس خاموش ہو کر بیٹھ جا۔ اتق اللہ اللہ سے ڈر۔ آپ نے فرمایا یا ابوموسیٰ غور کر! جبرئیل امین سدرۃ المنتہیٰ میں معراج مبارک میں رہ گیا اور میرے نبی ﷺ ستر ہزار حجاباتِ نورانی طے کر

کے اللہ تبارک وتعالیٰ کے سامنے ان آنکھوں سے مشاہدہ کرتے رہے اور فرمایا وہاں جو علم اللہ جل جلالہ نے اپنے پیارے محبوب ﷺ کو عطا کیا ہے وہ سارا حضور ﷺ نے مجھے دیا ہے، جبرئیل کو اس کی خبر بھی نہیں۔

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللہِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا حَبِیْبَ اللہِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا نَبِیَّ اللہِ

کیسا نبی خدا نے ہمیں دیا --- اللہ اکبر --- کیسا علم والا، شان والا نبی اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے ہمیں عطا فرمایا، کتنے خوش نصیب ہیں ہم۔ اور یاد رکھو ہم بڑے خوش نصیب ہیں، صحابہ بھی خوش نصیب ہیں، حضور نبی کریم ﷺ کی امت میں عالم انسانیت میں افضل ترین کون ہیں؟

مگر یاد رکھو! تم بھی بڑے خوش نصیب ہو، پیارے محبوب ﷺ نے فرمایا ایک ایسی مخلوق آئے گی جو بن دیکھے مجھ پر ایمان لائیگی لہٰذا وہ بھی بڑی فضیلت کے مالک ہیں۔ پیارے محبوب ﷺ پر بن دیکھے ایمان لانا بھی ایک بڑی سعادت ہے۔ پیارے محبوب ﷺ نے جس صفت سے اپنی امت کو نوازا۔

حضور پاک ﷺ کی صفتِ علم کے متعلق ایک واقعہ اور آپ کو بتاؤں۔ ہجرت کی رات پیارے محبوب ﷺ تشریف لے چلے، دوسری رات تھی ایک شخص چند آدمی لے کر آپ کی تلاش کیلئے نکلا۔ آپ ﷺ کو گرفتار کرنے کیلئے، سراقہ اس کا نام تھا۔ اس کے ساتھ چند آدمی تھے۔

اس نے ایک مقام پر پیارے محبوب ﷺ کو دیکھا اور آپ ﷺ کی طرف بڑھا۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا کہ اس کو پکڑ لے، زمین نے اسے پکڑا، اور اس نے زمین میں دھنسنا شروع کر دیا۔ سراقہ نے پیارے محبوب ﷺ کو کہا کہ میں ایمان لاتا ہوں۔ زمین میں کیا طاقت ہے کہ وہ مجھے پکڑ لے مگر یہ آپ کا معجزہ ہے۔

اب غور کیجئے اصل بات عرض کرتا ہوں، آپ ﷺ نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے عرض کی اے اللہ! یہ ایمان لاتا ہے اسے معاف فرمادے، زمین نے اسے چھوڑ دیا۔ تب حضور ﷺ نے فرمایا اے سراقہ! میں

تیرے ہاتھ میں ایرانی بادشاہ کے کنگن دیکھ رہا ہوں (ایسا تاریخی واقعہ جس کو آج تک کوئی جھٹلا نہیں سکا) یہ کس کا علم تھا؟ یہ نبوت کا علم تھا یہ علمِ نبی ہے۔

حضور ﷺ کے زمانہ ہجرت کا آپ اندازہ لگائیں، گیارہ برس ہجرت کے گزر گئے تین برس کے قریب جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حکومت کے گزر گئے، تین برس کے قریب عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ حکومت کے گزر گئے اور ایران فتح ہوا اور سراقہ نے فتح کیا اور وہی کنگن لے کر سراقہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ جب دیکھتے ہیں تو وہی دونوں کنگن سونے کے لے کر سراقہ کے ہاتھ میں ڈال کر فرماتے ہیں۔ صدق رسول اللہ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللہِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا حَبِیْبَ اللہِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا نَبِیَّ اللہِ

یہ ہے علم مبارک پیارے محبوب ﷺ کا، قدم قدم پر اسی لئے حضور پاک ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے مجھے اولین وآخرین کا علم عطا فرمایا ہے۔ یہ ہے شانِ علم سید پاک ﷺ کی۔ ایک دوسری قرآن مجید کی آیت سے ایک شان آپ کو بتاؤں۔

یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا (۴۵)

وَّ دَاعِیًا اِلَی اللہِ بِاِذْنِہٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا (سورہ احزاب: ۴۶)

ترجمہ: اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی) بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر ناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا اور چمکا دینے والا آفتاب۔ (ترجمہ از کنز الایمان)

کتنی صفتیں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی فرمادیں۔ نوح ناروی نے ایک بڑا نفیس شعر کہا ہے

آپ ہیں آپ، آپ ہیں سب کچھ
اور ہیں اور، اور کچھ بھی نہیں

ایک دوسرے شاعر نے کیا خوب کہا ہے

آفاق ہا گردیدہ ام، مہر بتاں ورزیدہ ام
بسیار خوباں دیدہ ام، اما تو چیز دیگری
صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم

اس آیت کریمہ میں پہلی شان رسالت کی، دوسری شان شاہد کی، تیسری شان مبشر کی، چوتھی شان نذیر کی، پانچویں شان اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے کی اور چھٹی شان ایسا چراغ جس سے قیامت تک ولایت کا چراغ جلتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے دوسری صفت میں فرمایا کہ اے پیارے محبوب ﷺ ہم نے آپ کو شاہد بنا کر بھیجا ہے۔ شاہد گواہ کو کہتے ہیں اور گواہ وہ ہوتا ہے جو جانتا ہے۔ گواہ وہ ہوتا ہے جو پہچانتا ہے، گواہ صاحبِ علم ہوتا ہے، مجنون گواہ نہیں ہوسکتا ہے، صبی گواہ نہیں ہوسکتا۔ گواہ وہ ہوتا ہے جو آنکھوں سے دیکھ کر بیان کرتا ہے۔ ایک ہوتی ہے شہادت اور ایک ہوتی ہے خبر۔ غور فرمایئے! خبر دینے والے کو مخبر کہتے ہیں، مخبر وہ ہوتا ہے جو خبر دیتا ہے اور شاہد وہ ہوتا ہے جو آنکھوں سے دیکھتا ہے اور گواہی اور شہادت اسی کی منظور ہوتی ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے پیارے محبوب ﷺ کو فرمایا اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا الخ ہم نے آپ کو گواہ بنا کر بھیجا۔ کس بات کے گواہ ہیں آپ ﷺ؟ آپ غور فرمایئے بات پر! پیارے محبوب ﷺ کو اللہ تعالیٰ جل جلالہ صفتِ گواہ یعنی صفتِ شاہد سے مبعوث فرما رہا ہے۔۔۔ اللہ اکبر!

ایک اور بات بھی آپ کو بتاؤں، قرآن مجید کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ نے حضور نبی کریم ﷺ کی امت کو بھی گواہ بنا دیا ہے۔ حضور ﷺ تو گواہ ہیں ہی مگر آپ کے صدقے میں آپ کی امت بھی گواہ ہے۔۔۔ اللہ اکبر، اللہ اکبر!

اللہ تعالیٰ جل جلالہ فرماتے ہیں دوسرے پارے میں!

وَ کَذٰلِکَ جَعَلْنٰکُمْ اُمَّۃً وَّسَطًا لِّتَکُوْنُوْا شُھَدَآءَ عَلَی النَّاسِ وَ یَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَھِیْدًا (البقرۃ: ۱۴۳)

ترجمہ: اور بات یوں ہی ہے کہ ہم نے تمہیں کیا سب امتوں میں افضل، کہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور یہ رسول

تمہارے نگہبان و گواہ۔(ترجمہ از کنز الایمان)

فرمایا اسی طرح ہم نے اے امت محمدیہ ﷺ تمہیں برگزیدہ اور بہترین بنایا۔اے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھنے والو!ذرا تم اپنے مقام پر بھی غور کرو کہ تمہارا کیا مقام ہے؟ہم تو کھانے پینے میں مگن ہو گئے،ہم نے قرآن کو چھوڑ دیا۔جب ہم نے قرآن کو چھوڑ دیا ہے،حدیث مبارک کو چھوڑ دیا ہے۔جب نے قرآن اور حدیث کو چھوڑا تو اپنے مقام سے نیچے گر گئے۔جو بھی اپنے محور سے ہٹ جاتا ہے خراب ہو جاتا ہے ہم اپنے محور سے ہٹ گئے ورنہ کس مقام کی امت ہے پیارے محبوب ﷺ کی۔

برگزیدہ امت،شرف والی امت،عزت والی امت،تمام اقوام عالم میں سب سے اعلیٰ اور برتر امت اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں کیوں اتنی بہترین امت بنایا؟لِتَكُونُوا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ تا کہ تمام مخلوق پر گواہ رہو،حضور نبی کریم ﷺ کی امت تمام عالم انسانیت پر گواہ ہے اور وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا اور پیارے محبوب ﷺ اپنی امت پر گواہ ہیں۔ایک دوسرے مقام پر فرمایا اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا (النساء:۴۱)

ترجمہ:تو کیسی ہو گی جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں اور اے محبوب تمہیں ان سب پر گواہ اور نگہبان بنا کر لائیں۔(ترجمہ از کنز الایمان)

فرمایا ہم نے اے پیارے محبوب،سید دو عالم،شفیع امت ﷺ آپ کو گواہ بنا کے پیش کیا۔اس آیت کے ضمن میں مفسرین نے لکھا،بخاری شریف کی حدیث مبارک ہے

حضور نوح علیہ السلام کی امت اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ کے سامنے پیش ہو گی،حضور سید دو عالم ﷺ کے سامنے پیش کی جائے گی۔اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ فرمائے گا کیا تمہارے پاس پیغمبر نہیں آیا،کیا اس نے تمہیں تبلیغ نہیں کی،تمہیں پیغام نہیں پہنچایا؟وہ عرض کریں گے نہیں!اللہ تعالیٰ حضرت نوح علیہ السلام کو ان کے سامنے پیش کریں گے اور پوچھیں گے کہ یہ امت کیا کہتی ہے؟

حضرت نوح علیہ السلام عرض کریں گے کہ اے اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ!آپ امت محمد

رسول اللہ سے پوچھیں کہ میں نے تبلیغ کی ہے کہ نہیں کی۔ یہ قیامت کے دن حضور ﷺ کی امت بطور گواہ کے پیش ہوگی۔ امت محمدیہ ﷺ عرض کرے گی ---مگر کون سی امت؟ منافقوں والی امت نہیں، یہ خوارج والی امت نہیں--- بلکہ جو پیارے محبوب ﷺ کی سچی امت ہے وہ پیش ہوگی اور گواہی دے گی کہ حضرت نوح علیہ السلام نے تبلیغ کی ہے، آپ کا پیغام پہنچایا ہے، ہم شہادت دیتے ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام کی امت کہے گی یہ تو موجود ہی نہیں تھے یہ کس طرح شہادت دیتے ہیں۔ امت محمدیہ کہے گی ہمیں اپنے پیغمبر نے فرمایا، ہمارا پیغمبر سچا شاہد ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر فتح العزیز میں لکھا--- یہ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ تمام دنیا کے محدث ہیں فقیہ ہیں، مفسر ہیں--- وہ فرماتے ہیں کہ پیارے محبوب ﷺ اپنی امت کے ایمان کے درجات کو بھی جانتے ہیں۔ پھر فرماتے ہیں شاہ صاحب کہ اسی طرح اپنی امت کے منافقوں کے درجوں کو بھی جانتے ہیں۔ نیز لکھتے ہیں کہ پیارے محبوب ﷺ ان حجابات کو بھی جانتے ہیں، ان پردوں کو بھی جانتے ہیں جن کی وجہ سے یہ منافق ہوئے ہیں--- اللہ اکبر!

لہٰذا پیارے محبوب ﷺ امت کے ہر عمل کے اوپر گواہ ہیں، اب آپ غور فرمایئے کہ آپ ﷺ قیامت تک تمام امت کے اعمال پر گواہ ہیں اور اسی لئے فرمایا کہ صبح کے فرشتے جب آتے ہیں اور عصر کے وقت جب تمام اعمال نامے لے جاتے ہیں تو حضور ﷺ کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ جب شام کے فرشتے آتے ہیں اور صبح کے وقت جاتے ہیں تو حضور ﷺ کے سامنے تمام دفاتر کھول دیتے ہیں اور میرے پیارے غوث اعظم، محبوب سبحانی، قطب ربانی، ہیکل یزدانی، شہباز لامکانی، ابو محمد محی الدین سید شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پیارے محبوب ﷺ کے سامنے دفاتر پیش کرنے والے میرے امام علی المرتضی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم ہوتے ہیں۔

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللہ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا حَبِیْبَ اللہ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا نَبِیَّ اللہ

(جاری ہے)

اعلیٰ حضرت احمد رِضا خان بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کی ایک منفرد نعت

پرنسپل (ریٹائرڈ) الحاج صوفی مشتاق احمد صدیقی

اعلیٰحضرت احمد رضا خان بریلوی رحمتہ اللہ علیہ اپنے دور کے عظیم مدبر اور بلند پایہ عالم دین تھے۔ وہ عہد آفریں، نابغہ روزگار، ہمہ جہت شخصیت کے مالک اور سچے عاشق رسول تھے۔ آپ ستر (۷۰) سے زائد علوم وفنون پر حاوی تھے مگر عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر حاوی تھا۔ آپ کی ولادت ۱۴ جون ۱۸۵۶ء کو بروز ہفتہ بھارت کے شہر بریلی (یوپی) میں ہوئی۔ فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں عربی، فارسی، اردو اور پوربی زبان کے امتزاج سے ایک انتہائی پیاری نعت لکھ کر اردو ادب میں نعت کی ایک نئی صنف تخلیق کی ہے جو یقیناً اپنی نوعیت کے اعتبار سے ایک منفرد کاوش ہے، ملاحظہ کیجئے

لَمْ یَاتِ نَظِیْرُکَ فِیْ نَظَرٍ   مثلِ تو نہ شد پیدا جانا
جگ راج کو تاج تورے سر سوہے   تجھ کو شہ دوسرا جانا

ترجمہ: حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مانند کوئی دوسری شخصیت کسی کو ڈھونڈنے سے بھی نظر نہ آسکی۔ کائنات انفس وآفاق کی بادشاہی کا تاج آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر سجا ہوا ہے۔ میں نے یہ حقیقت جان لی ہے کہ حضور بلا کسی شک وشبہ دونوں جہانوں کے بادشاہ ہیں۔

اَلْبَحْرُ علا وَالْمَوْجُ طَغٰی   من بے کس و طوفاں ہوشربا
منجدھار میں ہوں بگڑی ہے ہوا   موری نیا پار لگا جانا

ترجمہ: بحر حیات میں نافرمانی کی موجیں طغیانی کی وجہ سے بہت بلند وبالا ہیں۔ میں بے سہارا ہوں آقا! اور طوفان ہولناک ہے۔ اے میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم! مجھ گنہگار کی ناؤ کو معصیت کے گرداب سے نکال کر اَطِیْعُوا اللّٰہَ اور اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ کے ساحل مراد تک پہنچادیں۔۔۔(شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدارا)

یَا شَمسُ نَظَرتِ اِلٰی لَیلِیْ چوں بہ طیبہ رسی عرضے بکنی
توری جوت کی جھل جھل جگ میں رچی میری شب نے نہ دن ہونا جانا

ترجمہ: اے آفتاب تونے میری رات کی سیاہی (یعنی میری بداعمالی) کا نظارہ کیا ہے۔ تم سے گزارش ہے کہ جس وقت سرزمینِ طیبہ پر ضوفشانی کرنے لگو تو میری طرف سے میرے آقا و مولیٰ ﷺ کی خدمت میں عرض کرو کہ سورج کی درخشندگی کے باوجود میرے دل و دماغ پر گناہ کی تاریکی پھیلی ہوئی ہے۔ آنجناب ﷺ اپنے چہرۂ انور کی ضیا باری سے میری تاریک رات کو بھی روشن کر دیں۔ مجھ بدنصیب کو خدشہ ہے کہ شاید اسے دن کی روشنی دیکھنی میسر نہ آسکے۔

لَکَ بَدرٌ فِی الوَجہِ لَاَجمَل خط ہالہ مہ زلف ابر اجل
تورے چندن چندر پرو کنڈل رحمت کی برن برسا جانا

ترجمہ: اے آقا ﷺ! آپ کا حسین و جمیل چہرہ بدرِ کامل کی مانند چمک رہا ہے۔ آپ کے گیسوئے عنبر بار آپ کے چہرۂ اقدس کے گرد ایسے دکھائی دیتے ہیں جیسے چاند کے گرد ہالہ ہو۔ آپ ﷺ کے چہرۂ انور کی لطافت اور پرکشش خوشبو چندر ماتا کی زلفِ پیچاں کی مانند ہے۔ التجا ہے کہ اپنے رحمت کے بادلوں سے مجھ فقیر پر بھی بارش کے چھینٹے برسا دیں کہ قلبِ مضطر کو چین نصیب ہو۔

اَنَا فِی عَطَشٍ وَّ سَخَاکَ اَتَم اے گیسوئے پاک اے ابر کرم
برسن ہارے رم جھم رم جھم دو بوند ادھر بھی گرا جانا

ترجمہ: اے آقا و مولیٰ ﷺ! میں دینی اور روحانی لحاظ سے سخت پیاسا ہوں۔ پیاس کی یہ شدت انتہائی پریشان کن ہے۔ میرا ایمان ہے کہ آپ کا جذبہ سخاوت بڑا کامل ہے۔ اے ابر کرم ﷺ آپ اپنے گیسوئے پاک کے صدقے میں موسلا دھار برسا کر تشنہ لبوں کی پیاس بجھاتے ہیں، التجا ہے کہ مجھ حرماں نصیب پر بھی دو قطرے برسا دیں تا کہ یہ گنہگار رشد و ہدایت کی راہ پر گامزن ہو کر فلاحِ دارین حاصل کر سکے۔

یَا قَافِلَتِی زِیدِی اَجَلَک رحمے بر حسرت تشنہ لبک
مورا جیا را لرجے درک طیبہ سے ابھی نہ سنا جانا

ترجمہ: اے میرے قافلے! التجا ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ کے دیس (طیبہ) میں اپنے قیام کی مدت ذرا طویل کر اور مجھ تشنہ لب کی حسرت پر رحم کر۔ میں جب سے اس دنیا میں آیا ہوں میرا جی ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے۔ گزارش ہے کہ سرزمینِ طیبہ سے ابھی واپسی کا سفر شروع نہ کرنا تاکہ میں جی بھر کر اس پیاری سرزمین کی روحانی لطافتوں سے مستفیض ہو کر برو تقویٰ کی سعادت حاصل کر سکوں۔

وَاهاً لِسُوَيعَاتِ ذَهَبتُ　　آں عہد حضور بارگہت
جب یاد آوت موہے کہ نہ پرت　　دردا وہ مدینے کا جانا

ترجمہ: آہ! افسوس عمر کی چند قلیل گھڑیاں تھیں جو گزر گئیں۔ مجھے حضور سرکارِ مدینہ ﷺ کی سرزمین میں گزرے مبارک دن یاد آتے ہیں۔ جب وہ مبارک دن مجھے یاد آتے ہیں تو دل بے حد بے چین اور مضطرب ہو جاتا ہے کیونکہ سرکارِ مدینہ ﷺ کے قدموں میں گزرے ہوئے لمحات ایک سچے عاشق کیلئے قیمتی سرمایہ حیات ہوتے ہیں۔ خوش قسمت ہیں وہ مردانِ باصفا جنہیں یہ سعادت نصیب ہو جاتی ہے۔

اَلقَلبُ شَجٌ وَالهَمُّ شُجُون　　دل زار چناں جاں زیرِ چنوں
پت اپنی بپت میں کا سے کہوں　　میرا کون ہے تیرے سوا جانا

ترجمہ: اے شاہِ مدینہ ﷺ! میرا دل زخموں سے چُور چُور ہے اور پریشانیاں بے شمار ہیں۔ دل ایک طرف زخموں سے نڈھال ہے تو دوسری طرف وجود ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے۔ سمجھ نہیں آتی کہ میں اپنا دکھڑا کسے سناؤں۔ میرے آقا! آپ کے سوا کوئی میرا مونس و غمخوار نہیں ہے جس کے آگے میں اپنی داستانِ غم و الم بیان کروں اور وہ مجھے ہاتھ سے پکڑ کر گرداب سے نکال کر ساحل مراد تک پہنچا دے۔

اَلرُّوحُ فِدَاکَ فَزِد حَرَقاً　　یک شعلہ دگر بر زن عشقا
مورا تن من دھن سب پھونک دیا　　یہ جان بھی پیارے جلا جانا

ترجمہ: اے عشق کی برقِ سوزاں میری جان آپ پر قربان! میرے اندر یخ بستہ جمود کا تقاضا ہے کہ اپنی برقِ تپاں کو مزید آتش بداماں کر کے میرے تن، من، دھن کی یخی کو عشق الٰہی کی تپش سے جلا کر راکھ کر دے کہ مجھے یک گونہ تسکین نصیب ہو جائے۔ (باقی صفحہ ۶۰ پر)

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مولانا کوثر نیازی

خورشید رسالت کی شعاؤں کا اثر ہے
احرام کی مانند میرا دامن تر ہے

نظارۂ فردوس کی یا رب نہیں فرصت
اس وقت مدینے کی فضاء پیش نظر ہے

اس شہر کے ذرّے ہیں مہ و مہر سے بڑھ کر
جس شہر میں اللہ کے محبوب کا گھر ہے

یہ راہ کے کنکر ہیں کہ بکھرے ہوئے تارے
یہ کاہکشاں ہے کہ تیری گردِ سفر ہے

اس صاحب معراج کے در کا ہوں بھکاری
قرآن میں جس کے لئے ما زاغ البصر ہے

اک مہر لقا، ماہِ حرا کا ہے یہ اعجاز
ہر اشک میری آنکھ کا تابندہ گہر ہے

میں گنبد خضرا کی طرف دیکھ رہا ہوں
کوثرؔ میرے نزدیک یہ معراجِ نظر ہے

قسط نمبر ۵

روحِ اسلام (تصوف)

حضرت قبلہ ڈاکٹر محمد عطاء اللہ قادری جلوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت ابوالحسن علی بن ابراہیم الحصری قدس سرہٗ نے فرمایا کہ صوفی وہ ہے کہ جب آفات سے فانی ہو تو اس کے راز کی طرف متوجہ نہ ہو۔ جب اللہ تعالیٰ کی طرف رخ کرے تو پھر ہرگز نہ پھرے۔ حادثہ کا اس پر کوئی اثر نہ ہو اور فرمایا کہ صوفی وہ ہے جو عدم کے بعد موجود نہ ہو اور وجود کے بعد معدوم کو نہ دیکھے۔ اور فرمایا کہ اختلافات سے دل کا صاف ہونا تصوف ہے۔

حضرت ابوالعباس نہاوندی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ فقر کی انتہا تصوف کی ابتدا ہے اور تصوف کے معنی یہ ہیں کہ حالت کو پنہاں رکھا جائے۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تیس (۳۰) سال تک میرا آئینہ بنا رہا لیکن اب میں خود اپنا آئینہ ہوں یعنی جو کچھ میں تھا وہ نہ رہا۔ کیونکہ "میں" اور "حق تعالیٰ" شرک ہے۔ جب میں نہ رہا تو اللہ تعالیٰ اپنا آئینہ ہے اور یہی میں کہتا ہوں کہ میں اپنا آئینہ آپ بن گیا۔ یہ جو میں بات کرتا ہوں دراصل وہ آپ ہے میں بیچ میں نہیں۔ اور فرمایا کہ مدت تک میں خانہ کعبہ کا طواف کرتا رہا لیکن جب خدا تک پہنچ گیا تو خانہ کعبہ میرا طواف کرنے لگا۔

ترکِ ماسواء کے متعلق فرمایا کہ دنیا چیز ہی کیا ہے جسے ترک کرنے کو ایک کام خیال کیا جائے۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے بعض بندے ایسے بھی ہیں کہ اگر ان کو ایک گھڑی کیلئے بھی دنیا میں خدا سے محجوب کر دیا جائے تو نہ اس کی اطاعت کریں نہ عبادت (یعنی وہ کبھی بھی خدا سے حجاب میں نہیں ہوتے اسلئے مشاہدہ کے ساتھ طاعت اور عبادت کرتے ہیں)۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کے دلوں پر ظاہر ہوا تو بعض کے دلوں کی یہ کیفیت ہوگئی کہ وہ اس کی معرفت کے بوجھ کو نہ اٹھا سکے اور اس کی عبادت میں لگ گئے۔

اللہ تعالیٰ کی معرفت کا بوجھ وہی حمال اٹھا سکتے ہیں جو مشاہدہ مجاہدہ اور ریاضت کر چکے ہوں۔

اور فرمایا کہ عارف عیان میں مکان کو دیکھتے ہیں اور عین میں نشان نہیں بتاتے۔ اگر عرش تا فرش لاکھوں آدمی ہوں اور ان کی اولاد اور ان کی اولاد جن میں جبرئیل اور میکائیل جیسے مقرب فرشتوں کا درجہ رکھنے والے ہوں، عارف کے دل میں رکھ دیئے جائیں تو معرفتِ الٰہی کے مقابلے میں ان سب کی موجودگی محض ہیچ ہو اور ان کے آنے جانے کی اطلاع تک بھی نہ ہو۔ اگر معاملہ اس کے برخلاف ہے تو وہ صرف مدعی ہے عارف نہیں۔

آپ سے پوچھا گیا کہ آپ بھوک کی اس قدر تعریف کیوں کرتے ہیں؟ فرمایا بھوک ایک ایسا بادل ہے جس سے رحمت کی بارش کے سوا اور کچھ نہیں برستا اور فرمایا کہ اگر فرعون بھوکا ہوتا تو انا ربکم الاعلیٰ نہ کہتا۔ متکبر کو معرفتِ الٰہی کبھی میسر نہیں ہوتی۔ عرض کیا گیا متکبر کون ہے؟ فرمایا جس کو تمام کائنات میں اپنا نفس زیادہ اچھا نظر آئے۔ سوال کرنے والے نے کہا آپ پانی پر چلتے ہیں۔ فرمایا لکڑی کا ٹکڑا بھی پانی پر تیرتا ہے۔ پھر پوچھا آپ ہوا میں اڑتے ہیں۔ فرمایا پرندے بھی ہوا میں اڑتے ہیں۔ پھر پوچھا آپ کی رات میں کعبہ مکرمہ میں جا پہنچتے ہیں۔ فرمایا جادوگر ایک رات میں ہند سے دماوند پہنچ جاتا ہے۔ سوال کیا کہ پھر مردوں کا آخر کونسا کام ہے؟ فرمایا اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی سے دل نہ لگائیں۔

آپ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھ کر عرض کی کہ تیری راہ کیسی ہے؟ فرمایا اپنے آپ کو چھوڑ کر مجھ تک پہنچ جا۔ کسی نے آپ سے عرش کی نسبت سوال کیا، فرمایا میں ہوں۔ پوچھا کرسی کیا ہے؟ فرمایا میں ہوں۔ پوچھا لوح کیا ہے؟ فرمایا میں ہوں۔ پوچھا قلم کیا ہے؟ فرمایا میں ہوں۔ چنانچہ وہ شخص خاموش ہو گیا۔ تب آپ نے فرمایا جو شخص حق تعالیٰ میں محو ہو جاتا ہو وہ حق ہو جاتا ہے اور جو کچھ ہے حق ہے۔ ایسی صورت میں وہ سب کچھ ہو تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔

حضرت سہیل عبداللہ تستری قدس سرہٗ نے فرمایا کہ صوفی وہ ہے جو کدورت سے صاف اور تفکر سے پُر ہو۔ اور قربِ حق عزوجل میں بشریت سے منقطع ہو اور اس کی آنکھوں میں خاک اور سونا یکساں ہو۔

اور فرمایا کہ تصوف کے معنی کم کھانا اور خدا سے آرام حاصل کرنا اور خلق سے بھاگنا اور توکل رکھنا ہے۔

حضرت سری سقطی قدس سرہ العزیز نے فرمایا کہ تصوف تین باتوں کا نام ہے: اول یہ کہ معرفتِ نور ورع کو نہ بجھائے۔ دوم یہ کہ باطن کی کوئی ایسی بات نہ کہے جو شریعت کے خلاف ہو۔ سوم یہ کہ کرامات محض اس لئے دکھائے کہ لوگ حرام سے باز رہیں۔

حضرت احمد بن عاصم الانطاکی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ معرفت کے تین درجے ہیں: اول اثباتِ وحدانیت، دوم ماسوی اللہ سے دل کا ہٹانا، سوم یہ کہ اس کی عبادت کسی سے ممکن نہیں۔ پوچھا کہ آپ خدا کے مشتاق ہیں، فرمایا نہیں!۔ پوچھا کیوں؟ فرمایا اس لئے کہ شوق غائب کی طرف ہوا کرتا ہے مگر اللہ تعالیٰ غائب نہیں بلکہ ہر وقت حاضر ہے اور جب غائب حاضر ہوتا ہے تو شوق جاتا رہتا ہے۔ پوچھا محبت کی علامت کیا ہے؟ فرمایا کہ اس کی عبادت کم ہو مگر تفکر، خلوت اور خاموشی ہر وقت رہے۔ جب اس کو دیکھیں تو نہ پائیں۔ برائی سے غمگین اور اچھائی سے خوش نہ ہو، نہ کسی سے ڈر ہو نہ امید۔ اور فرمایا کہ جب اہلِ صدق کے پاس بیٹھو تو صدق کے ساتھ بیٹھو کیونکہ ایسے لوگ دل کے جاسوس ہوتے ہیں۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ صوفی وہ ہے جس کا دل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح دنیا کی دوستی سے فارغ اور فرمانِ الٰہی کو ماننے والا ہو۔ تسلیم حضرت اسماعیل علیہ السلام کی مانند، اندوہ حضرت داؤد علیہ السلام کی طرح، فقر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح، صبر حضرت ایوب علیہ السلام کی مانند، شوق حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح اور اخلاص جناب محبوب خدا احمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مانند ہو۔

اور فرمایا کہ تصوف ایک نعمت ہے جس میں بندے کی اقامت ہے اور تصوف یہ ہے کہ بغیر علائق کے خدا کے ساتھ ہو اور نیز تصوف یہ ہے کہ تجھ کو تجھ سے مار دیا جائے اور وہ آپ زندہ کرے۔ جب ذاتِ تصوف کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا کہ تم اس کا ظاہر لئے رہو۔ ذات کی بابت کچھ نہ پوچھو کیونکہ صوفی وہ لوگ ہیں جن کا قیام اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے اور وہی جانتا ہے۔

اور فرمایا جس کی زندگی نفس سے ہے اس کی موت جان نکلنے سے ہوتی ہے مگر جس کی زندگی اللہ تعالیٰ سے ہے وہ طبعی زندگی سے اصلی زندگی کی طرف انتقال کرتا ہے۔

معرفت کے متعلق فرمایا کہ دو قسم ہے: ایک معرفتِ تعرف، دوم معرفتِ تعریف۔ معرفتِ تعرف وہ

ہے جس میں اپنے آپ کو اس کا آشنا کرے اور معرفت تعریف یہ ہے کہ اس کو اپنا آشنا کرے اور معرفت خدا کی طرف مشغول ہونے کو کہتے ہیں۔ معرفت ایک قسم کا امتحان ہے یعنی جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ وہ عارف ہے وہ دھوکہ میں ہے اور فرمایا علم ایک محیط چیز ہے اور معرفت بھی محیط ہے پھر خدا کہاں اور بندہ کہاں۔ علم خدا کو ہے اور معرفت بندے کو اور دونوں ہی محیط ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک چیز دوسری چیز کا عکس ہے۔ جب ایک محیط دوسرے محیط میں محو ہو جاتا ہے تو شرک نہیں رہتا پس عارف اور معروف وہی ایک ہی ہے۔

اور فرمایا کہ ابتداء سے لوگ توحید بیان کر رہے ہیں مگر ابھی تک کنارے ہی کی باتیں کرتے ہیں۔ توحید خدا کو جاننا اور اس کی قدامت کو حدوث سے تمیز کرنا ہے۔

اور فرمایا کہ عبودیت کی دو خصلتیں ہیں: ایک ظاہر اور باطن میں ہر طرح خدا کی رضا سے راضی رہنا اور دوسری جناب رسول خدا ﷺ کی پوری محبت کے ساتھ اقتداء کرنا۔

اور توکل کے متعلق فرمایا کہ یہ نہ کسب کرنے کا نام ہے اور نہ ترکِ کسب کا بلکہ اللہ تعالیٰ کے وعدہ پر دل کو مطمئن رکھنے کا نام ہے۔

اور ذکر کے متعلق فرمایا کہ ذکر کی حقیقت یہ ہے کہ ذکر ذاکر میں اور ذاکر مذکور میں فنا ہو جائے۔

حضرت ابو سعید ابو الخیر قدس سرہٗ ذکر کے متعلق فرماتے ہیں کہ ذکر کی تین قسم ہیں: ایک زبان سے، دوسرا زبان اور دل سے اور تیسرا دل سے اور اس دل کی قدر سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا کیونکہ یہ ایسا دل ہے جو غیر سے پاک اور صاف ہے۔ اسی لئے تصوف کی تعریف میں حضرت حصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

التصوف صفاء السر من كدورة المخالفة

یعنی تصوف مخالف (یعنی غیر اللہ) سے باطن (یعنی دل) کو پاک وصاف کرنا ہے۔

اور حضرت علی بن بندار الصیر فی النیشاپوری قدس سرہ فرماتے ہیں۔

التصوف اسقاط الرؤية للحق ظاهر و باطناً

یعنی تصوف اپنے دیکھنے کو حق کیلئے ظاہر اور باطن میں چھوڑ دینا ہے۔

اور حضرت محمد بن احمد المکری قدس سرہٗ کے نزدیک تصوف استقامت ہے۔ آپ فرماتے ہیں

التصوف استقامة الاحوال مع الحق

''تصوف تمام احوال میں حق تعالیٰ کے ساتھ استقامت ہے۔''

تصوف کی ایک تعریف یہ ہے کہ تصوف انسانیت کی معراج ہے۔ اور صوفی انسانِ کامل ہے بلکہ اس سے بھی اعلیٰ اور کامل تعریف یہ ہے کہ حکم الٰہی تخلقوا باخلاق اللہ کی تکمیل اور عملی مظاہرہ ہے اور صوفی اخلاقِ الٰہی سے متخلق ہے۔

حضرات صوفیاء کرام اولیاء عظام قدس اللہ اسرارھم کے جو اقوال پیش کیے گئے ہیں ان کو اگر بہ نظر غائر دیکھا جائے تو جو حقیقت سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ تصوف عشق حقیقی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شدید محبت یعنی عشق جیسا کہ خود حق تعالیٰ اپنے کلام پاک میں فرماتا ہے

وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْآ اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ (البقرة: ۱۶۵)

یعنی ایمان والے وہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ سے شدید محبت ہے۔

یہی مضمون حدیث شریف کا ہے کہ فرمایا جناب رسول خدا ﷺ نے لا ایمان لمن لا محبت له یعنی وہ شخص ایمان والا نہیں ہے جسے (حق تعالیٰ سے) محبت نہیں ہے۔ پس ایمان کی روح، ایمان کی اصل حق تعالیٰ سے محبت ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ زہد، تقویٰ اور پرہیز گاری نہیں آتے جب تک محبت نہ ہو اور ماسوی الحق سے فراغت حاصل نہیں ہوتی اور توحید کا حال پیدا نہیں ہوتا جب تک محبت نہ ہو اور جملہ مقاماتِ سلوک اور کمالاتِ تصوف حاصل نہیں ہوتے۔

مقامات سلوک رسالہ قشیریہ از حضرت ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ میں چالیس سے اوپر مقاماتِ سلوک درج ہیں مثلاً توبہ، مجاہدہ، خلوت و عزلت، تقویٰ، زہد، ورع، صمت، خوف، رجاء، حزن، ترک الشہوہ، خشوع، تواضع و انکساری، مخالفتِ نفس، قناعت، توکل، شکر، صبر، مراقبہ، رضا، عبودیت، ارادہ، استقامت، اخلاق، صدق، حیاء، حریت، ذکر، فتوت، فراست، خلق، جود و سخا، غیرت، ولایت، دعا، فقر، ادب، سفر، صحبت، توحید، موت، معرفت، اور خدا کا دائمی ذوق و شوق۔

کتاب اللمع از حضرت ابوالنصر السراج قدس سرہٗ میں صرف سات مقامات کا ذکر ہے اور وہ یہ ہیں: توبہ، ورع، زہد، فقر، صبر، توکل، اور رضا۔ اور دس احوال درج ہیں یعنی تفکر، قرب، محبت، خوف، رجا، شوق، انس، سکون، استغراق (مراقبہ) اور یقین۔

حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ نے سات مراتب بیان فرمائے ہیں یعنی اسلام، ایمان، یقین، معرفت، علم، محبت، اور محبوبیت۔ (فتح الربانی مجلس نمبر ۴۵)

اور حضرت شیخ عطار قدس سرہ سلوک کی سات وادیاں بیان فرماتے ہیں

ہست وادی طلب آغازِ کار	وادیٔ عشق است ازاں پس بے کنار
پس سوم وادی است آں معرفت	ہست چارم وادیٔ استغنا صفت
ہست پنجم وادیٔ توحید پاک	پس ششم وادیٔ حیرت صعب ناک
ہفتمی وادیٔ فقر است و فنا	کہ بود آنجا سخن گفتن روا

حضرت شیخ الاکبر محی الدین ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ نے ''معراجِ طریق'' کے تحت چودہ مدارج تحریر فرمائے ہیں اور وہ یہ ہیں: اسلام، ایمان، علم، عشق، تقدیس، تنزیہہ یعنی معرفت، غناء، فقر، ذلت، عزلت، تلوین، تمکین، فنا، فناءالفناء اور بقاء۔

اور حضرت سید غوث علی شاہ صاحب قلندر پانی پتی قدس سرہٗ نے سات مقامات کا ذکر فرمایا ہے اور وہ یہ ہیں: طلب، عشق، عرفان، توحید، استغنا، فنا اور بقاء اور مزید فرماتے ہیں کہ طلب کی شاخ ذکر، عشق کی شاخ فکر، عرفان کی شاخ استغراق و سکر یعنی مستی، توحید کی شاخ بیداری، استغنا کی شاخ خوشی و فرحت، فنا کی شاخ محویت اور بقا کی شاخ صحو یعنی ہوش ہے۔

جیسا کہ سب تعلیمات کا ماخذ قرآن پاک ہے اسی طرح مراتب کا بیان بھی قرآن پاک میں ہے اور وہ ہیں اسلام، ایمان، اطاعت، صدق، صبر، خشوع، صدقہ، صوم (روزہ) عفت اور ذکر کثیر۔ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ سے محبت بلکہ شدید محبت کو ایمان سے تعبیر کیا گیا ہے کہ فرمایا

وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ (البقرۃ: ۱۶۵)

یعنی ایمان والے وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ سے شدید محبت (یعنی عشق) ہے۔

اور حضور نبی کریم ﷺ کی متابعت اور محبت کو اللہ تعالیٰ سے محبت کی دلیل کہا گیا ہے، فرمایا

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (ال عمران: ۳۱)

''(اے نبی ﷺ) فرما دیجئے کہ اگر تمہیں اللہ تعالیٰ کی محبت کا دعویٰ ہے تو میری (حضور نبی کریم ﷺ) متابعت (پیروی) کرو، اللہ تعالیٰ تم سے محبت فرمائے گا۔

اور حدیث شریف صحیح بخاری میں حضور ﷺ سے محبت کو ایمان کہا گیا ہے کہ فرمایا

لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ و ولدہ والناس اجمعین

''تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک وہ مجھے اپنے والدین، اپنی اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ رکھے۔''

پس ایمان کی روح یا حقیقی ایمان اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ سے محبت بلکہ شدید محبت ہے۔ ان سب اقوال مقدس بابت مراتب ومدارج سلوک میں عشق ایک اہم مرتبہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات کا علم جو عشق کے بعد حاصل ہوتا ہے وہی معرفت ہے اور یہی علم حقیقی ہے کیونکہ علم صرف اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے متعلق ہی علم ہے باقی سب معلومات ہیں خواہ وہ دین کے متعلق ہوں یا دنیا کے متعلق، اس عالم کے متعلق ہوں یا عالم آخرت کے متعلق، سب معلومات ہیں علم نہیں۔

اور اس علم میں بہت قلیل مقدار کے عطیہ کا شرف صرف انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین کو حاصل ہوا ہے اور یہ علم جس کو خود اللہ تعالیٰ نے حکمت سے تعبیر کیا ہے اصل خیر ہے جیسا کہ فرمایا

وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا كَثِیْرًا (البقرۃ: ۲۶۹)

یعنی جس کو حکمت عطاء کی گئی اس کو خیر کثیر عطاء کیا گیا۔

ایک تو یہ حکمت ہے، دانائی ہے یعنی علم حقیقت ہے، دوسری عطیہ ہے اور تیسری خیر کثیر ہے یعنی بہت زیادہ اور بہت بڑی بھلائی ہے۔ پس اصل علم یعنی حکمت عطیہ ہے۔ یہ وہبی ہے کسبی نہیں، عطاء کیا جاتا ہے، کسی محنت کا پھل یا کسی عمل کا اجر نہیں۔ بخلاف دنیا اور آخرت کیلئے اعمال کے حتیٰ کہ سلوک بھی کیونکہ

صحیح سلوک تو سالک کو اہل بناتا ہے۔ اب عطا کرنے والے کی مرضی ہے عطا کرے یا نہ کرے تاہم اہل ہونا پہلی شرط ہے۔ پس یہ علم نازل کیا جاتا ہے، عطیہ ہے کمایا نہیں جا سکتا اور نازل بھی ان ارواحِ مقدسہ پر کیا جاتا ہے جو اس کی اہل ہوں اور اس کی متحمل ہو سکیں۔ اسی لئے حضرت شیخ الاکبر محی الدین ابن العربی رحمت اللہ علیہ ''فصوص الحکم'' کی ابتداء میں اس علم کے تعارف کے طور پر فرماتے ہیں

الحمد لله منزل الحکم علی قلوب الکلم باحدیة الطریق الامم من المقام الاقدم

''سب تعریفیں واسطے اللہ تعالیٰ کے ہیں جو حکمت (یعنی علم لدنی) کو احد اور سب سے سیدھے طریق سے مقام اقدم (یعنی احدیت) سے انبیاء علیہم السلام اور اولیاء علیہم الرحمت کے قلوب پر نازل فرماتا ہے۔''

اس سے معلوم ہوا کہ یہ علم صرف نازل ہی ہوتا ہے بذریعہ وحی انبیاء علیہم السلام پر اور بذریعہ الہام اولیاء کرام پر اور انکے قلوب پر اور نزول کا طریق ازل سے ابد تک احد ہے۔ صحیح ترین بین اور واضح ہے۔

پس اب بھی اس علم کو اللہ تعالیٰ نازل کرتا ہے اپنے خاص بندوں پر جیسے پہلے نازل کرتا رہا ہے اور کرتا رہے گا مگر چونکہ نبوت و رسالت حضرت خاتم الانبیاء والرسل حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر ختم ہو چکی ہے اس لئے اب تا قیام قیامت یہ علم اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ پر نازل ہوتا رہے گا۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ علم جو صرف نازل ہی ہوتا ہے کس طرح حاصل ہو۔ چونکہ یہ عطیہ ذات باری تعالیٰ ہے اس کا فضل ہے جسے چاہے عطاء کرے --- ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ یعنی یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہے عطا کر دے۔ نہ تو یہ کسی عمل کا نتیجہ ہے، نہ کسی فعل کے اجر ہے اور نہ کوئی کسی وجہ سے بھی اس کے استحقاق کا دعویٰ کر سکتا ہے، اس کی مرضی ہے جسے چاہے دے۔ ہاں صرف ایک صورت ہے جس سے اس کا حصول ممکن ہے اگر خدا چاہے اور وہ ہے خداوند تعالیٰ کی غیر مشروط اطاعت مگر اطاعت کا بھی ایک ہی طریقہ منظور شدہ اور خدا کے نزدیک پسندیدہ اور حتمی ہے یعنی متابعت و تابعداری محبوب خدا حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ۔ اطاعت تو خداوند تعالیٰ کے ہر حکم کی تعمیل اور جس کام سے اس نے منع فرمایا اس سے پرہیز ہے جس کو زبانِ شریعت میں اوامر اور نواہی سے پرہیز کی پابندی کہا جاتا ہے۔

(جاری ہے)

محدث کبیر حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ

اور علماء و مشائخِ اٹک

راجہ نور محمد نظامی

محدث کبیر حضرت سید شاہ محمد غوث قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ بن ابوالبرکات حضرت سید حسن قادری ٹھٹھوی ثم پشاوری رحمۃ اللہ علیہ موضع سلطان پور (پشاور شہر) میں ۱۰۹۱ھ بمطابق ۱۶۸۰ء میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد کی طرف سے حضرت غوث اعظم محی الدین سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی ثم بغدادی رضی اللہ عنہ اور والدہ ماجدہ کی طرف سے حضرت سید علی ترمذی المعروف پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے تھے۔

والد بزرگوار کے زیر سایہ علوم ظاہری کی تعلیم پشاور، کابل اور لاہور کے جید علماء سے حاصل کی۔ مشہور اساتذہ میں سے حضرت سید عبداللہ المعروف حاجی بہادر کوہاٹی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ حضرت مولانا اخوند محمد نعیم رحمۃ اللہ علیہ (موضع کامہ جلال آباد افغانستان)، مولانا نور محمد مدقق لاہوری رحمۃ اللہ علیہ اور خلیفۂ حاجی بہادر کوہاٹی رحمۃ اللہ علیہ مولانا جان محمد محدث لاہوری قابل ذکر ہیں۔

علوم ظاہری سے فراغت کے بعد والد بزرگوار سے سلوک کی تعلیم حاصل کر کے سلسلہ قادریہ میں خلیفہ مجاز ہوئے ۱۱۱۵ھ بمطابق ۱۷۰۴ء میں آپ کے والد بزرگوار فوت ہوئے تو آپ نے پشاور، پنجاب اور ہندوستان کا سفر کرتے ہوئے وہاں کے مختلف علماء و مشائخ اور مجاذیب سے ملاقاتیں کیں۔

اسی دوران آپ نے اٹک کے بعض علماء و مشائخ سے ملاقاتیں کیں جن کا مفصل ذکر آئندہ اوراق میں کیا جائے گا۔ آپ حضرت شیخ محمد یحییٰ المعروف حضرت جی بابا اٹک رحمۃ اللہ علیہ سے سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں استفادہ کے بعد مجاز بھی ہوئے۔ آپ اپنے دور کے نامور شیخِ طریقت، عالم باعمل، محدث، مصنف اور شاعر بھی تھے ۱۱۷۳ھ/۱۷۵۹ء میں آپ کا وصال ہوا اور لاہور (پنجاب) میں آپ کا مزار ہے۔[1]

---

[1]: ڈاکٹر ام سلمٰی گیلانی، محدث کبیر حضرت شاہ محمد غوث پشاور ثم لاہوری، مکتبہ الحسن یکہ توت پشاور شہر، ۱۹۹۰ء صفحہ ۷ تا ۱۰۔

محدثِ کبیر حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ کثیر التصانیف بزرگ تھے[۱]۔ آپ کی ایک تصنیف "رسالہ اسرار الطریقہ"، علمِ سلوک و تصوف پر بہت ہی عمدہ کتاب ہے۔ اس کے متعدد خطی نسخے[۲] سرکاری اور نجی کتب خانوں میں موجود ہیں۔ جبکہ اس کتاب کا ایک خطی نسخہ کتب خانہ گنج بخش مرکز تحقیقاتِ فارسی ایران پاکستان اسلام آباد کے خطی شمارہ ۲۹۰/۵۴۲۳ پر ایک مجموعہ رسائل میں موجود ہے۔ یہ مجموعہ چھ مختلف رسائل پر مشتمل ہے۔ یہ خطی نسخہ ۱۵ ذی الحجہ ۱۱۸۶ھ (۱۷۷۳ء) میں آپ کے پوتے حضرت سید شاہ غلام محمد قادری رحمۃ اللہ علیہ[۳] المعروف سید غلام شاہ رحمۃ اللہ علیہ بن سید محمد عابد شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر کیا ہے، کتاب کا ترقیمہ درج ذیل ہے:

"تحت الرسالہ الماۃ باسرار طریقہ موجب فرمائش صاجزادہ بلند اقبال سید امر الدین بن امیر الدین سلمہ اللہ زاد اللہ عمرہ و برکتہ در تاریخ پانزدہم ذی الحجہ در ۱۱۸۶ھ بروز چہار شنبہ بوقتِ پیشین۔ ہر کہ خواند در حق ایں خاکپائے فاتحہ خاتمہ بالخیر یاد آورد۔ فقیر حقیر غلام محمد قادری۔"

ترقیمہ میں سید امر الدین بن امیر الدین کا نام کسی نے کوئی دوسرا نام مٹا کر لکھا ہے یا سید امر الدین نے خود لکھا ہے۔ کتاب کے شروع میں اضافی اوراق پر ۱۲۴۹ھ/۱۸۳۳ء کا مبلغ بیس روپیہ قرض کا اقرار نامہ درج ہے جو سید محکم الدین بن سید ناصر الدین نے سید امر الدین بن سید امیر الدین سے قرض لئے تھے۔ اس پر دو گواہان خداداد عرب خیل و جان محمد خوازئی کے دستخط ہیں۔

۱: پیام شاہجہانپوری، تذکرہ شاہ محمد غوث، ملک دین محمد اینڈ سنز، اشاعت منزل بل روڈ لاہور نمبر ۷، ۱۹۶۵ء صفحہ ۶۷۔

۲: پشاور یونیورسٹی لائبریری، قومی عجائب گھر کراچی لائبریری، کتب خانہ گنج بخش اسلام آباد، الحسن حوالہ جاتی کتب خانہ یکہ توت شریف پشاور، سید علی اکبر شاہ گیلانی چک لالہ سکیم تھری راولپنڈی اور دیگر کئی جگہوں پر محفوظ ہیں۔

۳: سید محی الدین غلام محمد شاہ قادری المعروف غلام شاہ قادری: آپ کی تعلیم و تربیت اپنے دادا شیخ المحدثین قطب الاقطاب شاہ محمد غوث لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی۔ آپ حافظ قرآن حکیم و احادیث رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ دادا محترم کے خلیفہ مجاز تھے۔ آپ شیخ طریقت، عالم باعمل، مصنف، شاعر اور کاتب تھے۔ آپ کا مزار سرینگر کشمیر میں ہے۔ (سید غلام، خوارق العادات، مترجم سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی، مطبوعہ پشاور، صفحہ ۱۲ --- ڈاکٹر میمن عبدالمجید سندھی، پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور ۲۰۰۰ء، صفحہ ۱۲۴)

کتاب کے شروع میں لکھا ہے "مالک ہذا کتاب سید محمد شاہ بن سید گوہر شاہ بن سید مہدی شاہ" اور ایک مہر سید محمود شاہ مشہدی ڈھیری باغبانان کی لگی ہوئی ہے۔ کتاب مختلف موضوعاتِ تصوف کی بناء پر فصول پر تقسیم ہے۔ پہلے دو اوراق نہیں ہیں۔ کتاب کی آخری فصل میں آپ نے اپنے اور والد بزرگوار کے علاوہ ان علماء و مشائخ اور مجاذیب کے متعلق بھی لکھا ہے جن سے آپ کی ملاقاتیں ہوتی رہیں۔

اسی فصل میں آپ نے اٹک کے چند علماء و مشائخ سے اپنی ملاقات کا ذکر کیا ہے۔ محدثِ کبیر حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ علماء و مشائخ اٹک کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

"شیخ محمد یحییٰ المعروف حضرت جی: وبخدمت شیخ یحییٰ اچیو قدس سرہ' کہ در اٹک بودند نہایت بزرگ و تارک الدنیا و مشغول بحق بودند، دائم المراقبہ بودند آمد و رفت می کردم و صحبت می کردم۔ و شیخ مذکور تمام شب بہ حبس نفس و مراقبہ میکند دانید گاہی بیک نفسی گاہی بہ دو گاہی بہ

ا: شیخ محمد یحییٰ المعروف حضرت جی اٹک: ۱۰۳۲ھ/۱۶۲۲ء میں شیخ پیر دادا بن شیخ الیاس بن شیخ ہویا کے ہاں موضع سروالہ نزد اٹک شہر (کیمبل پور) میں پیدا ہوئے۔ آپ کے اجداد چغتائی مغل خاندان سے تھے۔ ماوراالنہر ترکستان سے تشریف لائے تھے۔ آپ کی تعلیم و تربیت جد امجد کے زیر سایہ ہوئی۔ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں شیخ سعدی لاہوری خلیفہ سید آدم بنوری کے فیض یافتہ اور خلیفہ اکبر تھے۔ پیرو مرشد نے اپنے تمام مریدین، متوسلین و مخلصین سے فرمایا کہ وہ آپ کی صحبت اختیار کر کے فیض سے مشرف ہوں۔ حضرت شیخ سعدی لاہوری کے علاوہ شیخ رحمت اللہ المعروف شیخ ٹلّا آنگی خلیفہ خواجہ محمد معصوم مجددی سرہندی، سید عبداللہ المعروف حاجی بہادر کوہاٹی اور مولانا محمد یار پانچینی خلفاء سید آدم بنوری سے آپ کی صحبت رہی۔ اپنے گاؤں سے دریائے سندھ کے کنارے اٹک خورد منتقل ہو گئے تھے اور تمام زندگی ارشاد و تلقین میں بسر کی۔ آپ کے ذریعہ ہزاروں لوگ مراتب قرب تک پہنچے۔ آپ اپنے وقت میں یگانہ آفاق تھے۔ نہایت صاحب استقامت اور کرامات تھے۔ استغراق اور غیب بھی اچھا رکھتے تھے ۱۱۳۲ھ/ ۱۷۲۰ء میں فوت ہوئے، مزار اٹک شہر میں دریائے سندھ کے کنارے واقع ہے۔ آپ کے مشہور خلفاء میں محدث کبیر شاہ محمد غوث پشاوری ثم لاہوری، مولانا حافظ محمد معصوم پیر سبا کی (محلہ شاہ معصوم گور گٹھڑی پشاور)، مولانا میاں محمد عمر چمکنی نزد پشاور، شیخ جنید محلہ شیخ جنید آباد بیرون لاہوری دروازہ پشاور جیسی مشاہیر شخصیات تھیں۔ (شاکر اٹکی، دیوان، مرتبہ نذر صابری، مجلس نوادرات علمیہ اٹک ۱۹۷۰ء صفحہ ۱۱۴ --- میاں محمد عمر چمکنی، ظواہر السرائر (قلمی) کتب خانہ راجہ نور محمد نظامی بھوئی گاڑ ضلع اٹک --- خواجہ محمد احسان مجددی، روضۃ القیومیہ، مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور ۱۹۸۹ء، جلد ۱، صفحہ ۲۶۵/۲۶۶ --- سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی، تذکرہ علماء و مشائخ سرحد، مطبوعہ پشاور ۱۹۶۴ء، جلد ا صفحہ ۲۶۔)

سہ و چہار نفس میکند دانیدند۔ والتفات بدنیا و اہل دنیا نمی بودند۔ بر فقیر ہم مہربان بودند اکثر توجہ می فرمودند و بعض اموراز خدمتِ ایشان حاصل شد۔" (صفحہ ۸۵)

ترجمہ: اور شیخ یحییٰ جی قدس سرہٗ کہ اٹک میں رہتے تھے اور نہایت بزرگ و تارک الدنیا اور عبادت میں مصروف رہتے اور اکثر مراقبہ میں ہوتے۔ میں ان کے ہاں آتا جاتا تھا اور ان کی صحبت اکثر اختیار کرتا اور شیخ مذکور ساری رات حبس نفس اور مراقبہ میں گزارتے۔ کبھی ایک سانس کبھی دو اور کبھی تین اور چار سانوں میں رات گزارتے۔ کبھی بھی دنیا وار اہل دنیا کی طرف دھیان نہ فرماتے۔ مجھ فقیر پر بڑے مہربان تھے، اکثر مجھ پر توجہ فرماتے اور میں نے بعض رموز و نکات ان سے حاصل کیے۔

"دراتک عزیزی شیخ یحییٰ نام صاحب کمال اند نیز اوشان بردید فقیر از پشاور عازم اتک شدو بخدمت اوشاں رسید مہربانی بسیار فرمودند و چند روز صحبت واقع شد۔ ذکرِ قلبی در صحبتِ اوشاں بسیار غالب میشد۔ یک نفس یا دو نفس می بر آورند و نہایت مرتاض بودند و بغیر حق التفات نداشتند چنانچہ خاک وزر و بادشاہ و گدا نزدِ ایشاں یکساں بودند۔ واصلاً سوائی شغل حق فرصت نداشتند۔ بجزی توجہ نمایند و کسے را در مجلس ایشان فرصت سخن گفتن نبود، ہر کہ بحضورِ ایشاں میرسید ساکت می شد و توجہ بیادِ حق می نمودند۔ فقیر بسیار از صحبتِ ایشاں مستفید گشتم و ایشاں حبس نفس بسیاری کردند چنانچہ تمام شب چہار نفس می بر آوردو گاہے دو نفس و شبہا نشستہ بودند۔ اصلاً جواب نمیکردند و بوضوء عشاء اکثر نماز تہجد و نماز صبح میخواندند و صحبت ایشاں بسیار موثر بود و خوارق و کشف اکثر ایشاں بظاہر می آمد۔ و بر چہار پائی نمی خوابیدند و تکیہ زیرِ سر نمی نہادند و در سفر پیادہ میر فتند۔ اصلاً سوار نہ می شدند۔ چنانچہ برائی زیارت مرشدِ خود در لاہور کہ راہ چہار دہ روز خواہد

ا: حاجی شیخ سعدی لاہوری بن حضرت ابدال: ۱۰۳۳ھ/۱۶۲۳ء میں موضع ازی نزد ایمن آباد ضلع گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔ ابتداً شیخ اسد اللہ چنابی لاہوری خلیفہ سید آدم بنوری سے تربیت پائی۔ بعد ازاں شیخ سعد اللہ وزیر آبادی کے ذریعہ سید آدم بنوری کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت سید آدم بنوری نے تعلیم و تربیت خود فرمائی اور مجاز کیا۔ ۱۰۵۲ھ بمطابق ۱۶۴۲ء میں خلافت ملی۔ مدینہ منورہ میں ۱۰۵۳ھ/۱۶۴۳ء میں پیر و مرشد کے وصال کے وقت موجود تھے۔ آپ کی وجہ سے پنجاب اور سرحد میں سلسلہ نقشبندیہ کو فروغ حاصل ہوا۔ ۳ ربیع الثانی ۱۱۰۸ھ/۱۶۹۶ء میں فوت ہوئے۔ مزار سعدی پارک (حاشیہ اگلے صفحہ پر جاری ہے)

بود در سہ و چہار روز پیادہ میرفتند و بر احقر توجہ باطن میفرمودند۔ چنانچہ ذکرِ قلب و طریقہ حبس و بعضی مقامات کہ در حبس ضروراست از صحبتِ ایشان حاصل شد و غالب گشت و اجازت طریقہ قادریہ نقشبندیہ ایشان ہم بفقیر فرمودند" (صفحہ ۹۵-۹۶)

ترجمہ: اٹک میں ایک بڑے صاحبِ کمال بزرگ شیخ یحییٰ نام کے تھے۔ میں ان کی خدمت میں پشاور سے اٹک گیا۔ ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ چند روز آپ کی صحبت میں گزارے۔ ان کی صحبت میں ذکرِ قلبی غالب ہوا۔ ایک یا دو سانس لیتے۔ نہایت مرتاضی بزرگ تھے اور شغلِ حق کے سوا کسی کی طرف توجہ نہ کرتے۔ چنانچہ آپ کیلئے مٹی اور سونا، بادشاہ و گدا ایک جیسے تھے۔ اصلاً آپ کو شغلِ حق کے سوا اتنی فرصت ہی نہ تھی کہ کسی کی طرف توجہ کرتے۔ آپ کی مجلس میں کسی کی ہمت نہ تھی کہ کوئی اور بات کرتا۔ جو بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا خدا ہی کی طرف متوجہ رہتا۔ فقیر آپ کی صحبت سے بہت زیادہ مستفید ہوا اور آپ حبسِ نفس بہت کرتے۔ چنانچہ تمام رات چار سانسوں میں کبھی دو سانسوں میں گزارتے اور ساری رات بیٹھے رہتے۔ آپ عشاء کے وضو سے اکثر نمازِ تہجد اور نماز فجر ادا کرتے۔ آپ کی صحبت بڑی اثر والی تھی۔ آپ سے بہت کرامتیں ظاہر ہوتیں اور صاحبِ کشف بھی تھے۔ کبھی چارپائی پر نہ سوئے اور نہ ہی سر کے نیچے سرہانہ رکھا۔ سفر پیدل کرتے اور کبھی بھی سواری استعمال نہ کی۔ چنانچہ جب کبھی بھی اپنے مرشد کی زیارت کیلئے لاہور جاتے تو چودہ (۱۴) دن کا راستہ تین چار روز میں طے کرتے۔ مجھ حقیر پر بہت زیادہ باطنی توجہ فرماتے۔ چنانچہ ذکرِ قلبی اور طریقہ حبس اور بعض دیگر مقامات جو حبس کیلئے ضروری ہیں آپ کی صحبت سے حاصل ہوئے اور بہت غلبہ ہوا۔ آپ نے اجازت طریقہ قادریہ نقشبندیہ فقیر کو دی۔

نیز محدثِ کبیر حضرت شاہ محمد غوث قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں

"بعض اشغال کہ از بزرگان رسیدہ بود سعی نمودہ شد لیکن سوائے اشغال سابق کہ از حضرت ولی نعمتی و شیخ یحییٰ اخذ نمودہ بودم دیگر شغل غالب نمی شد" (صفحہ ۱۰۱)

بقیہ حاشیہ: مزنگ لاہور میں واقع ہے۔ (میاں محمد عمر چمکنی، ظواہر السرائر، صفحہ ۱۸۲ تا ۲۰۳ -- محمد امین بدخشی، مترجم ڈاکٹر معین نظامی، مناقب الحضرات، خانقاہ فتحیہ کلہار، کوٹلی ۲۰۰۲ء، صفحہ ۲۰۶ تا ۲۰۶ --- مفتی غلام سرور لاہوری، خزینۃ الاصفیاء، مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور ۱۳۱۲ھ، جلد ۳، صفحہ ۲۱۸)

یعنی بہت سے اشغال بزرگوں سے حاصل ہوئے لیکن سوائے ان اشغال کے جو والد بزرگوار اور شیخ یحییٰ سے حاصل ہوئے دیگر شغل غالب نہ ہوئے۔

"درنواح اٹک میاں نور محمد عزیزی ایودند کہ منصب ظاہری ہم داشتند واز خدمت شاہ ربانا[2] مجذوب ایشان راجذبہ کاملہ بودید کہ توجہ میفرمود صاحبِ حال می شد، بخدمتِ اوشان بارہا رفتم، توجہات فرمودند آثار دیدہ شد" (صفحہ ۹۶)

ترجمہ: اٹک کے نواح میں ایک بزرگ تھے میاں نور محمد جو ظاہری لحاظ سے بھی وجاہت رکھتے تھے اور ان کو شاہ ربانا مجذوب سے جذبہ کامل ملا ہوا تھا اور جس کی طرف توجہ کرتے صاحبِ حال ہو جاتا۔ آپ کی صحبت میں کئی بار حاضر ہوا اور کچھ نہ کچھ باطنی فیض حاصل کیا جس کے آثار موجود ہیں۔

"ونیز شاہ محمد فاضل[3] درویش صاحب تاثیر در اٹک بودند۔ یادشان مکرر صحبت ہا واقع شد" (صفحہ ۹۶)

ترجمہ: اور ایک بزرگ شاہ محمد فاضل درویش جو صاحبِ تاثیر تھے اور اٹک کے گرد ونواح میں رہتے تھے ان کی کئی بار صحبت حاصل کی۔

۱: شیخ نور محمد المعروف میاں بابا: موضع کمال علاقہ چھچھ کے مغلوں کے جدامجد ہیں۔ شاہ عبدالرحمٰن المعروف شاہ ربانا بابا شمس آبادی کے خلیفہ تھے۔ اپنے علاقے کے امراء میں سے تھے۔ آپ کے مریدین علاقہ گوجر خان پوٹھوہار میں ہیں۔ موضع لکڑیالی گوجر خان ضلع راولپنڈی میں آپ کے ایک خلیفہ کا مزار ہے۔ حضرت شاہ محمد غوث نے ۱۱۱۵ھ/۱۷۰۳ء میں آپ سے ملاقات کی۔ آپ صاحبِ کرامات بزرگ تھے۔ آپ کا مزار موضع شاہ پور علاقہ چھچھ میں گاؤں سے غربی جانب مسجد بلال کے ساتھ ایک قدیم قبرستان میں چار دیواری کے اندر ہے۔ (شاہ محمد غوث، اسرار الطریقہ (قلمی) صفحہ ۹۶--- سکندر خان، دامنِ اباسین، ملی کتب خانہ ویسا ضلع اٹک، ۱۴۲۵ھ صفحہ ۳۳۵--- خواجہ محمد زاہد اٹکی، قصہ مشائخ (قلمی) ۱۱۲۶ھ، کتب خانہ راجہ نور محمد نظامی بھوئی گاڑ ضلع اٹک، صفحہ ۲۲۶)

۲: شاہ عبدالرحمٰن المعروف شاہ ربانا: موضع شمس آباد علاقہ چھچھ میں برلب شاہراہ غربی طرف مسجد کے ساتھ آپ کی رہائش تھی، مجذوب فقیر تھے۔ خواجہ محمد نقشبند بن قیوم ثانی خواجہ محمد معصوم سرہندی نے آپ سے شمس آباد میں ملاقات کی تھی۔ یہ ۱۰۷۹ھ کا واقعہ ہے۔ کامل بیگ خان فوجدار اٹک آپ کا ارادتمند تھا۔ آپ موضع بوٹا سے شمس آباد تشریف لائے تھے۔ ۱۱۸۵ھ/۱۷۷۱ء میں فوت ہوئے اور شمس آباد محلہ منشیاں (زیارت محلہ) میں ایک چار دیواری کے اندر آپ کی قبر ہے۔ (قصہ مشائخ صفحہ ۲۲۵ تا ۲۲۶--- دامنِ اباسین صفحہ ۳۳۵)

۳: شاہ محمد فاضل درویش بھاکری سادات میں سے تھے، آپکا مزار قدیم ملاح کلاں علاقہ چھچھ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیے)

"دیگر عزیزی شاہ زندہ فقیر[ا] بودند کہ تا چہل سال بول و غائط نکردند و در یکجاہ نشستہ بودند باوجویکہ کہ قلیلی میخوردند و صاحبِ کمال بودند۔ فقیر بخدمتِ اوشان رفت و اظہارِ طلب نمود مہربانی فرمودند" (صفحہ ۹۶-۹۷)

ترجمہ: ایک اور بزرگ شاہ زندہ فقیر تھے جنہوں نے چالیس سال سے پیشاب پاخانہ نہ کیا تھا۔ ایک ہی جگہ بیٹھے رہتے تھے باوجود نہایت کم خوراک ہونے کے باکمال بزرگ تھے۔ فقیر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، دعا فرمائی اور نہایت مہربانی اور شفقت کا سلوک کیا۔

قطعہ

از حضرت شاہ محمد غوث قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ

صبا بحسنِ ادب گو تو غوثِ اعظم را
خدا سپرد بہ تو کارِ ہر دو عالم را

تو آں شہے کہ کنی رد قضائے مبرم را
بری زِ خاطر ناشاد محنت و غم را

بقیہ حاشیہ نمبر۳: دریائے سندھ کے بیچ میں آج بھی مرجع خلائق ہے۔ قدیم ملاح گاؤں ۱۸۹۷ء کے سیلاب میں دریا برد ہو گیا تھا۔ (دامن اباسین، صفحہ ۳۱۱)

ا: شاہ زندہ فقیر: بخاری سادات میں سے تھے۔ شاہ عبدالرحمن المعروف شاہ ربانہ بابا شمس آبادی کے خلیفہ تھے۔ آپ کی نشست گاہ آج بھی محلہ منشیاں کی جامع مسجد کے باہر شمالی کونے میں موجود ہے۔ آپ کی قبر پیر و مرشد کے ساتھ چاردیواری کے اندر موجود ہے۔ (دامن اباسین صفحہ ۳۳۵)

غزل

سلیم شاہد

کھلتی ہے گفتگو سے گرہ پیچ و تاب کی
پر کس سے کھل کے بات کریں اضطراب کی

کافی نہیں ہے چشم تماشا کو رنگ گل
لائیں کہاں سے زخم میں خوشبو گلاب کی

اپنی برہنگی کو بچا تیز دھوپ سے
کرنوں میں بو ہے جلتے ہوئے آفتاب کی

کچھ میں شجر سے ٹوٹ کے بے خانماں ہوا
ہاں کچھ ہوا نے بھی میری مٹی خراب کی

اک عمر ہو گئی ہے کہ میں جانکنی میں ہوں
ایسی ٹھہر گئی ہے یہ ساعت عذاب کی

احساسِ تیرگی ہے تو سورج اچھال دے
ورنہ دعا نہ مانگ یہاں انقلاب کی

محکوم بستیوں سے سرکنے لگی ہے دھوپ
وہ عہد ہوں کہ جس نے شفق بے نقاب کی

بجلی چلی گئی تو وہ آنکھوں میں رہ گیا
اب چھو کے پڑھ رہا ہوں عبارت کتاب کی

شاہد کہاں سے ہو کے گزرتی ہے آپ جو
رنگت تمام سرخ ہے کیوں سطح آب کی

سیدنا مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ یادوں کے آئینہ میں

سید فرمان شاہ بخاری

شیخ مکتب ہے اک عمارت گر
جس کی صنعت ہے روح انسانی

ہم اہلیانِ وڈپگہ قسمت اور مقدر کے بہت دھنی ہیں جہاں وڈپگہ شریف کے باسی اپنے جد اعلیٰ قطب الاقطاب حضرت سید محمد فتح شاہ بخاری المعروف غازی بابا رحمۃ اللہ علیہ کے باطنی اور روحانی فیوض و برکات سے مستفید و مستفیض ہو رہے ہیں تو دوسری طرف سیدنا مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کے سایہ عاطفت میں درستگی عقائد، فیضانِ نظر اور تعلیم و تربیت کی بدولت دینی اور دنیوی سعادتیں سمیٹ رہے ہیں۔

اگر چہ وڈپگہ شریف میں محافل میلاد منعقد کروانے کا سلسلہ کافی عرصہ سے قائم ہے اور گاہے بگاہے حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ وڈپگہ کے باسیوں کے قلوب اور اذہان کو عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے منور فرماتے رہے ہیں۔ والد ماجد سید عراق شاہ فرماتے تھے کہ حضور مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پہلی بار عین جوانی کے عالم میں ہمارے گاؤں وڈپگہ تشریف لائے تھے آپ کی اس وقت داڑھی مبارک بالکل سیاہ تھی۔ سفید کپڑوں پر شیروانی زیب تن کرتے تھے اور تانگے میں سوار ہو کر آتے تھے۔ کئی مرتبہ قیام و طعام کا انتظام ہمارے گھر ہوا۔ ان دنوں والد گرامی اور بھائی صاحب سید محمد انور شاہ قادری کا باقاعدہ تعلق ابھی حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ استوار نہیں ہوا تھا مگر آنجناب رحمۃ اللہ علیہ نے اس وقت سے ہمارے گھر کے تمام افراد کو حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کی غلامی کیلئے منتخب فرمالیا تھا۔

برادرِ اکبر جناب سید محمد انور شاہ صاحب نے پہلی بار ۱۹۷۵ء میں حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک ملاقات کے دوران وڈپگہ میں عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جلسے کیلئے آپ کو مدعو کیا تھا لیکن اس تاریخ کو آپ

نے مردان میں خطاب کرنا تھا لہٰذا تشریف نہ لا سکے البتہ آئندہ وڈ پگہ آنے کا وعدہ فرمایا پھر بھائی جان نے اپنے ایک دوست محمد حفیظ نذیر قادری کی وساطت سے حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ سے آستانہ عالیہ قادریہ یکہ توت حاضری کا شرف حاصل کیا۔ بعد میں وہاں مستقل قیام شروع کر دیا۔ ہفتہ گزرتا چھٹی ہوتی تو گاؤں آتے اور حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کی پرکشش شخصیت کے پیار و محبت و ایثار اور خلوص کا تذکرہ کرتے جو سب گھر کے افراد بڑے انہماک سے سنتے۔

یہ ۱۹۷۹ء کی بات ہے ان دنوں حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کی خطابت جامع مسجد مہربانیہ سبزی منڈی پشاور میں تھی۔ میں نمازِ جمعہ کی ادائیگی کیلئے گاؤں سے حاضر ہوا، نمازِ جمعہ ادا کرنے کے بعد تقریباً پچیس کے قریب لوگ حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ گھر تک آئے، کچھ واپس ہو گئے اور تقریباً ۱۵ کے قریب لوگ اندر تشریف لے آئے۔ حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ نے کھانا منگوایا، دسترخوان بچھایا گیا کھانا شروع ہوا۔ میں نے اور بھائی صاحب نے کھانا شروع کیا اس دوران حضور مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے آگے سے چیزیں اٹھا اٹھا کر باقی لوگوں کو دیتے رہے۔ کسی سے سالن کا پوچھتے کسی سے روٹی کا پوچھتے۔ عجز و انکسار کا یہ پیکر فرداً فرداً ہر چیز کا پوچھ رہے ہیں۔ یوں کھانے کے بعد قہوہ پیش کیا گیا اور اس اثناء میں برادرِ اکبر جناب سید محمد انور شاہ نے حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ سے میرا تعارف کروایا۔ آپ نے کمال شفقت سے اپنا دستِ مبارک میرے منہ پر پھیرا جسکی حرارت سے برف پگھلنا شروع ہو گئی۔ اندر کی کیفیات بدلنا شروع ہوئیں اور یوں نمازِ جمعہ کی ادائیگی کیلئے کبھی کبھار شرفِ ملاقات کی غرض سے حاضری نصیب ہوتی رہی۔

بعد میں حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ نے جہانگیر پورہ کی جامع مسجد میں جمعہ پڑھانا شروع کیا تو وہاں بھی اکثر آنجناب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ آستانہ عالیہ قادریہ یکہ توت شریف سے مسجد تک ساتھ رہتا اور پھر اس کے بعد جامع مسجد ابوالبرکات سید حسن بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ میں نمازِ جمعہ کا اہتمام شروع ہوا تو وہاں بھی نمازِ جمعہ کی ادائیگی کیلئے حاضر ہوتا رہا مگر یہ حاضری باقاعدہ نہیں تھی۔ حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت میں ایسی کشش تھی کہ جو شخص ایک بار آپ سے مل لیتا تو وہ بار بار ملنے کی خواہش کرتا۔ حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کے اندازِ تکلم شفقت و مہربانی اور دعائیہ کلمات سے کوئی بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا۔ آپ کی شیریں گفتگو کے اندر وہ

مقناطیسیت تھی جو دلوں کو اپنی طرف کھینچ لیتی تھی، ایک ایسی حلاوت اور مٹھاس پائی جاتی تھی جو دلوں کے تار اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ جوڑتی تھی۔

آپ نے تقریباً ۵۹ برس تک تشنگانِ علم و معرفت کو قرآن و حدیث کا درس دیا۔ آپ کے حلقہ درس میں نہایت اعلیٰ تعلیم یافتہ شخصیات شامل ہوتیں ان میں سبزی فروش سے لے کر ڈاکٹر، انجینئر، پروفیسر، ادیب، نقاد اور معلمین تک شامل ہوتے اور ہر کوئی اپنے اپنے ظرف کے مطابق اس چشمہ علم و عرفان سے اپنی علمی اور روحانی پیاس بجھاتا۔ خصوصاً مجھے حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے جناب سید محمد حسنین قادری گیلانی صاحب (سید آغا) کا دورانِ درس سوالات پوچھنے کا بے تکلفانہ انداز اب تک یاد ہے۔ سوالات کا دائرہ کار سیاست و معاشرت، تجارت و حکومت، نکاح و طلاق، صلح و جنگ اور اخلاق و کردار تک محیط ہوتا۔ حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ جس فصاحت و بلاغت سے ان مسائل کی گہرائی تک جاتے اور تسلی بخش جواب مرحمت فرماتے وہ مجھ جیسے ایک ادنیٰ طالبعلم کیلئے ناقابل بیان ہے۔

میں ۱۹۸۲ء میں حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ اقدس پر سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت کرنے کے بعد باقاعدگی سے ملاقات کیلئے حاضر ہونے لگا۔ صبح ناشتہ کرنے کے بعد حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ خود بنفس نفیس سودا سلف خریدنے کیلئے بازار تشریف لے جاتے۔ خصوصاً لنگر غوثیہ کیلئے گوشت و سبزی وغیرہ کیلئے سبزی منڈی تشریف لے جاتے تو میں بھی کچھ عرصہ اس دوران حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ سبزی منڈی چلا جاتا۔ منڈی میں اکثر سبزی فروش حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کے مقتدی، عقیدتمند یا مرید تھے، وہ کبھی کبھار پیسے لینے سے انکار کرتے مگر آنجناب رحمۃ اللہ علیہ کی خودداری کے آگے ان کو جھکنا پڑتا اور پیسے وصول کرنا پڑتے۔ یوں سبزی کا مرحلہ ختم ہونے کے بعد گوشت اور قیمہ وغیرہ کا بھی بندوبست خود فرماتے۔ جب ان کاموں سے فارغ ہوتے تو آستانہ عالیہ پر بہت بڑی تعداد میں لوگ اپنے سماجی معاشی اور معاشرتی مسائل کے حل کیلئے انتظار میں بیٹھے ہوتے۔ حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ ایک ایک کر کے سب کے مسائل سنتے اور ان کا مناسب حل فرماتے۔ کسی کو وظیفہ عنایت فرماتے کسی کیلئے دعا فرماتے۔ جب ان لوگوں کے مسائل حل ہوتے تو دوبارہ حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر شکریہ ادا

کرتے تو آپ ان تمام باتوں کو اللہ تعالیٰ سے منسوب فرماتے۔ اکثر فرماتے وہی بڑا کارساز ہے اللہ تعالیٰ نے آپ پر فضل وکرم فرمایا ہے۔ کئی مرتبہ میری موجودگی میں مساجد کے علماء اپنا کوئی فقہی مسئلہ پوچھنے کی غرض سے حاضر ہوتے جب وہ رخصت ہونے لگتے تو حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ اپنے قریب بیٹھے ہوئے کسی مرید یا خادم کو پیسے دیتے کہ مولانا صاحب جب گلی سے باہر پہنچ جائیں تو یہ رقم انہیں دے دینا۔ کئی مرتبہ مجھے بھی رقم دے کر ایسا کرنے کیلئے ارشاد فرمایا۔

الحمدللہ حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ کئی دینی وروحانی محافل میں شرکت کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ جیسا کہ پہلے عرض کر چکا ہوں کہ حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کئی دینی وروحانی پروگراموں کے سلسلے میں ہمارے گاؤں وڈپگہ تشریف لاتے رہے۔ اس کے علاوہ آستانہ عالیہ قادریہ یکہ توت شریف میں منعقد ہونے والی کئی محافل مثلاً کل پاکستان محفل نعت، بڑی گیارہویں شریف، ختم القرآن (تراویح)، ماہانہ درس قرآن مجید، جمعیت سادات کے اجتماعات اور ادارہ تبلیغ اسلام پشاور کے زیر اہتمام منعقد ہونے والے محفل میلادالنبی وجلوس اور محرم الحرام کے پروگراموں میں شرکت کے مواقع میسر آئے ہیں۔

ایک مرتبہ آستانہ عالیہ قادریہ یکہ توت شریف میں رمضان میں تراویح میں ختم القرآن کا اہتمام کیا گیا اور قاری علی گل صاحب قرآن کریم سنا رہے تھے۔ قاری صاحب نے پہلے دو دنوں میں بارہ (۱۲) پارے سنائے جبکہ تیسرے دن بھی چھ (۶) پارے سنائے گئے۔ میں اگرچہ جوان تھا تندرست وتوانا تھا مگر قاری صاحب کے پیچھے قیام کرنے میں لیت ولعل سے کام لیتا جبکہ حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ اس عالم پیری میں بھی قاری صاحب کے پیچھے پہلی صف میں تکبیر کے ساتھ ہی فوراً کھڑے ہو جاتے۔ آپ کی ہمت و حوصلے کو دیکھ کر دل ہی دل میں اپنے آپ کو ملامت کرتا۔ اسی طرح کل پاکستان محفل نعت اور بڑی گیارہویں شریف کے مواقع پر تمام رات نعت خوانی اور ذکر کی محفل جاری رہتی۔ اکثر صبح اذان کے وقت محفل اختتام پذیر ہوتی مگر حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ تمام رات اس انداز میں تشریف فرما رہتے جس انداز سے آپ نماز عشاء کے بعد محفل شروع ہوتے وقت بیٹھے ہوتے۔ اس دوران نعت خوانوں کو نذرانہ بھی عنایت فرماتے، ان کو خراج تحسین اور داد بھی دیتے اور پسندیدہ اشعار کی تکرار بھی کرواتے۔

میرا تو تھکاوٹ کے مارے، برا حال ہوتا، دنوں تک نیند اور تھکاوٹ نہ اترتی مگر حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ دوسرے دن پھر صبح باہر حجرے میں تشریف رکھتے اور لوگوں کے مسائل اور معاملات نمٹاتے اور باہر سے آنے والے مریدین کو دعاؤں اور تبرکات عنایت کرتے ہوئے رخصت فرماتے۔

ایک دفعہ ۱۹۸۲ء کی بات ہے بڑی گیارہویں شریف کا موقع تھا، رات گئے محفل نعت و ذکر جاری تھی۔ حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ باہر حجرے میں مردوں کو بیعت کرنے کے بعد وظائف اور اوراد وغیرہ عنایت فرمانے کے بعد اندر گھر تشریف لے گئے۔ مستورات کو بھی اس بابرکت رات کا تمام سال انتظار کرنا پڑتا تھا۔ حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ ان کو بیعت کرنے سے فارغ ہوئے تو شاید گھر میں کوئی مہمان آپ کے بستر پر سویا تھا۔ آپ نے کسی کو خبر نہیں کی اور خاموشی سے باہر تشریف لے آئے۔ ہم دونوں بھائی میں اور سید محمد انور شاہ صاحب ڈیوڑھی کے آخر میں کچھ جگہ ملی تھی وہاں لیٹ گئے۔ جبکہ باقی تمام جگہ پنجاب اور سندھ کے مہمانوں سے بھری تھی۔ ہمارے پاؤں کی طرف جوتے اتارنے والی جگہ تھوڑی سی خالی تھی۔ نیند ہماری آنکھوں سے تھکاوٹ کی وجہ سے کوسوں دور تھی، سردی شدید تھی۔ کچھ دیر کے بعد پہلو بدل کر دیکھا تو حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے پاؤں کی طرف بغیر بستر و تکیہ کے لیٹے ہیں۔ صرف اپنی گرم چادر اوپر ڈالی ہوئی ہے۔ ہم بستر میں گرم نہیں ہو رہے تھے اور مولوی جی حضور بغیر بستر لئے لیٹے تھے ہم دونوں بھائیوں کے رونگٹے کھڑے ہو گئے، حیرت کی انتہا نہ رہی۔ عجز و انکسار کی انتہا اور صبر و شکر کی ادا ملاحظہ فرمائیں کہ جس کے قدموں پر امراء و وزراء جھکتے ہیں، اپنا تن من دھن نچھاور کرنے والے مرید، عقیدتمند موجود ہیں وہ شہنشاہِ ولایت و غوثِ زمان بغیر کمبل تکیہ و بستر کے مریدوں کے پاؤں کی طرف لیٹا ہوا ہے۔

ہم نے لحاف پیش کیا تو حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ نے انکار فرمایا اور ساتھ ہی خاموش رہنے کی تاکید کی کہ کسی کے آرام میں خلل واقع نہ ہو۔ پھر بھائی صاحب نے تکیہ پیش کیا تو وہ حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ نے لے لیا گویا اس وقت بھی تکیہ لینے کا مقصد حضور شفیع المذنبین کی حدیث مبارک پر عمل کرنا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر آپ کو کوئی تین چیزیں پیش کرے تو انکار نہیں کرنا چاہئے: خوشبو، دودھ اور تکیہ۔ جب بھی یہ واقعہ آنکھوں کے سامنے آتا ہے تو میرے تو بے ساختہ آنسو نکل آتے ہیں۔

پیارے محبوب ﷺ سے کسی نے دین کی تعریف پوچھی تو آپ نے جامع جواب دیا کہ دین احکامِ خداوندی کی عظمت اور خلق خدا پر شفقت کا نام ہے۔ گویا دین اخلاق کی عمدگی سے عبارت ہے۔ سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا قول ہے کہ اگر تم زندہ رہنا چاہتے ہو تو اوروں کیلئے زندہ رہو۔ حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ میں خدمتِ خلق، رواداری، محبت و ایثار کا جذبہ اپنی انتہائی پاکیزگیوں کے ساتھ موجود تھا۔ آپ کی مبارک زندگی کا ہر لمحہ سنت رسولِ کریم ﷺ کے مطابق گزرتا۔ آپ کا اٹھنا بیٹھنا، انداز گفتگو دینی و دنیاوی معلومات وغیرہ الغرض زندگی کا ہر پہلو اور گوشہ سنتِ رسول کریم ﷺ سے مزین تھا۔

جس طرح حضور نبی کریم ﷺ اپنے صحابہ پر نہایت مہربانی اور شفقت فرماتے تھے۔ ہر صحابی اپنے تئیں یہ خیال کرتا کہ حضور ﷺ کو مجھ سے سب سے زیادہ محبت ہے۔ یہی طرز عمل حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کا اپنے مریدوں، شاگردوں اور عقیدتمندوں کے ساتھ تھا۔ آپ کے اخلاق و کردار کے تو غیر مسلک کے لوگ بھی قائل تھے۔ وہ آپ کا احترام دل و جان سے کرتے تھے یہاں تک کہ غیر مسلم بھی اگر آپ کے پاس آتے تھے تو ان پر بھی احترامِ انسانیت کے پیش نظر شفقت فرماتے۔

جب راقم کی شادی کی تاریخ طے ہوئی تو ان دنوں حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت قدرے ناساز تھی۔ آپ کی خدمت میں نکاح کی بات عرض کی گئی تو کمال شفقت سے فرمایا کہ میں خود فرمان شاہ کا نکاح پڑھوں گا۔ چنانچہ حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ نے مہربانی فرمائی اور میرا نکاح پڑھایا۔ یہ میرے لئے ایک بہت بڑی سعادت ہے اس وقت آپ نے میرے اور میری بیوی کے بندھن کیلئے جو دعائیہ کلمات فرمائے ان کی بازگشت اب بھی ذہن میں گونجتی رہتی ہے۔ وہ منظر، وہ ساعت، وہ گھڑیاں میرے ذہن پر نقش ہیں۔

جب بھی حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت ناساز ہوتی تو باہر حجرہ ویران سا نظر آتا، خادم یا بیٹوں سے پتہ چلتا کہ حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ اندر گھر میں تشریف رکھتے ہیں، مریدین عام و خاص سب آستانہ عالیہ پر حاضر ہو کر واپس لوٹ جاتے۔ تاہم حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کی عدم موجودگی میں بھی باہر ٹھہرے ہوئے لوگوں کو باقاعدہ چائے اور کھانا پیش کیا جاتا۔ اکثر صاحبزادوں سے پوچھتے باہر کون آیا ہے اس کا کیا کام ہے۔ میں جب آستانہ عالیہ پر حاضر ہوتا اور پتہ چلتا کہ حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ بیمار ہیں باہر تشریف آج

نہیں لائیں گے تو دل میں ملاقات کا جذبہ ابھرتا کہ کاش آج حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ اندر بلالیں اور میں ملاقات کرلوں اور اپنا مدعا بھی بیان کردوں۔ ادھر یہ خیال میرے دل میں گزرتا اور اندر سے جواب آتا فرمان شاہ آپ کو مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ اندر بلا رہے ہیں۔ مختصر یہ کہ میری دنیا کی آبرو بھی انہیں سے وابستہ ہے اور اُخروی زندگی کی سرخروئی بھی ان کے کرم سے وابستہ ہے۔

بہر حضور غوث ہو الطاف کی نگاہ
دامن میں دو پناہ مجھے سید امیر شاہ!

حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کشف وکرامات کے اظہار میں بڑے محتاط تھے اور حتیٰ المقدور کوشش کرتے کہ لوگوں پر اس کا اظہار نہ ہو لیکن آپ سے بے شمار کرامات کا ظہور ہوا۔ اگر انہیں مرتب کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب بن سکتی ہے۔ یہاں پر میں اپنے گھر کی بات عرض کرتا ہوں۔

بڑے بھائی سید محمد انور شاہ کی شادی کو تقریباً تین سال گزر گئے اور کوئی اولاد نہ ہوئی۔ پہلے بھائی صاحب کا چیک اپ کروایا گیا بعد ازاں بھابھی جان کا علاج شروع ہوا اور ممانی جان (راقم الحروف) کی ساس اسے اپنی ایک واقف کار گائنا کالوجسٹ کے پاس لے گئیں۔ امی جان بھی ساتھ تھیں اس لیڈی ڈاکٹر نے مکمل چیک اپ کرنے کے بعد بتایا کہ تمہاری اولاد نہیں ہوسکتی۔ یہ بات امی جان کیلئے بڑی پریشان کن تھی اور گھر آکر وہ بھائی جان سے کہنے لگی بیٹا میں تمہاری دوسری شادی کروانا چاہتی ہوں کیونکہ تمہاری بیوی کو تو ڈاکٹر نے صاف صاف کہہ دیا ہے کہ تمہاری اولاد نہیں ہوسکتی۔

بھائی جان نے امی جان سے کہا آپ حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس چلی جائیں اور انہیں تمام صورتحال سے مطلع کردیں پھر جیسا حکم دیں گے میں ایسا ہی کروں گا۔ چنانچہ میں اور امی جان حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ماں نے ان کی خدمت میں تمام ماجرا بیان کیا۔ آپ نہایت ہی غور سے سنتے رہے اور پھر امی جان کو تسلی دی اور فرمایا اولاد دینا اللہ کا کام ہے، ڈاکٹروں کا نہیں۔ تم لوگ بالکل فکر نہ کرو، مٹی کا ایک کوزہ لاؤ، اس میں پانی دم کر کے دوں گا اور اللہ تعالیٰ خیر کرے گا اور پھر اللہ تعالیٰ نے کرم فرمایا۔ بھائی جان کو اللہ تعالیٰ نے بیٹا عطا فرمایا۔ اس کے بعد بیٹی ہوئی اور پھر دوسرا بیٹا ہوا۔

جس عورت کو ڈاکٹروں نے جواب دے دیا تھا غوثِ وقت کی نگاہ کرم سے اسے اللہ تعالیٰ نے تین اولادیں عطا فرمائیں۔ بھائی جان کے ایک دوست سمیع اللہ قادری کے ساتھ بھی بالکل اسی طرح کے واقعات پیش آئے اور اسے بھی اللہ تعالیٰ نے حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کی دعاؤں سے اولاد کی نعمت مرحمت فرمائی۔ بہت سے دیگر لوگوں کے ساتھ ایسے ہی واقعات پیش آئے ہیں۔

کتابیں صرف معلومات کا ایک بیش بہا ذریعہ ہوتی ہیں مگر تربیت کیلئے شخصیات کی ضرورت ہوتی ہے۔ کتابیں تو صرف علم کا خزینہ ہوتی ہیں مگر شخصیات علم کے ساتھ اپنے دل کا سوز و تزکیہ، اخلاق و کردار، تقدس واحترام بھی اپنے شاگردوں میں تفویض کرتی ہیں یہی حال ہمارے پیر و مرشد کا تھا آپ کی شخصیت اتنی جامع تھی کہ کسی ایک پہلو کا بھی کماحقہٗ احاطہ کرنا مجھ جیسے کم فہم کے بس کی بات نہیں۔

ملک بھر سے بالعموم اور صوبہ سرحد سے بالخصوص پی ایچ ڈی اور ایم فل کے طلباء و طالبات اپنے مقالات کی تیاری کے سلسلے میں مواد اکٹھا کرنے اور آپ سے رہنمائی حاصل کرنے کیلئے تو تشریف حاضر ہوتے۔ آپ نہایت شفقت و مہربانی سے نہ صرف ان کی رہنمائی فرماتے بلکہ ذاتی لائبریری میں موجود کتب بھی فراہم کرتے ان کے قیام اور طعام کا بندوبست فرماتے۔ آپ کی علم دوست شخصیت کی وجہ سے کافی رہنمائی ان کو مل جاتی۔ چونکہ حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کا اعلیٰ ذوق تحریر و تصنیف و تحقیق بھی تھا وہ اس تحریر و تصنیف کیلئے کی جانے والی تحقیقات کی باریک بینیوں سے واقف تھے اور اس دوران پیش آنے والے کٹھن مراحل سے بھی آشنا تھے اس لئے آنے والے ہر محقق کے ساتھ نہایت تعاون فرماتے۔

ایم ایڈ کے امتحان میں ایک پرچہ ریسرچ میتھاڈالوجی کا پاس کرنا ضروری ہوتا ہے۔ راقم الحروف نے اس پرچے کی تیاری کے دوران بعض ریسرچ کی جو تکنیک پڑھی، مواد اکٹھا کرنا اور معلومات کو معیار کی کسوٹی پر پرکھنے کیلئے وضع کئے گئے اصول و قواعد کا مطالعہ کیا اور پھر ان کی روشنی میں حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کے اندازِ تحقیق کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ آپ کی تصانیف دورِ جدید میں وضع کئے جانے والے تحقیق کے اصول و قواعد سے کہیں بڑھ کر اعلیٰ اور معیاری ہیں۔ حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ نے نہ صرف اپنے آباؤ اجداد کی کتب کو محفوظ کیا بلکہ لائبریری میں گراں قدر علمی اور تحقیقی مقالاجات کا اضافہ کیا۔

جب پندرہ روزہ ''الحسن'' پشاور کا اجراء ہوا تو حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ نے حکم دیا کہ رسالے کیلئے مضمون تحریر کرو۔ میرے لئے ایک سطر لکھنا بھی ناممکن تھا۔ تحریر و تحقیق کے فن سے ناآشنا تھا مگر حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے حوصلہ دیا، ہمت بندھائی اور یوں میں نے کچھ ٹوٹے پھوٹے الفاظ تحریر کئے جنہیں حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ نے بہت سراہا۔

بھائی سید محمد انور شاہ صاحب بھی مسلسل رہنمائی فرماتے رہے ہیں اور تحریر کی نوک پلک سنوارتے رہتے ہیں۔ یوں یہ سلسلہ شروع ہوا اور کچھ مضامین ''الحسن'' کیلئے تحریر کئے جو میرے لئے باعثِ اعزاز ہیں۔ تاہم نجی مصروفیات اور معاشی تفکرات کی وجہ سے کافی عرصہ سے تحریر کا سلسلہ منقطع ہے۔ اللہ تعالی آپ کے فیوض و برکات سے استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے تاکہ یہ سلسلہ تحریر دوبارہ شروع ہو سکے۔

دل تیری یاد سے آباد ہے اب تک ورنہ
غم نے کب کا اسے ویرانہ بنایا ہوتا

ہم جس دور سے گزر رہے ہیں یہ زمانہ مذہب سے دور ہوتا جا رہا ہے۔ ہمارا معاشرہ بہت سی برائیوں کا شکار ہے۔ بلاشبہ آج کے حالات انتہائی پریشان کن ہیں، ہر شعبہ ابتری کا شکار ہے، اخلاقی قدریں روبہ زوال ہیں۔ آج داعی تو بہت ہیں مگر ان کے اپنے سینے نورِ یقین، علم عرفان اور خلوص وللّٰہیت سے خالی ہیں۔ آج مقررین حاضرین مجلس کو ہنسانے، رلانے اور نعرے لگوانے کا فن تو خوب جانتے ہیں مگر کسی کی زندگی نہیں بدل سکتے اور قلب کے اندر کی دنیا میں ایمان و یقین کی شمع روشن نہیں کر سکتے۔ اپنے قول و فعل، خلوص و محبت، کردار و فکار سے لوگوں کے دلوں کے تار اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جوڑ دیں اور سینوں میں چھپی چنگاریوں کو شعلۂ جوالہ بنا دینے والی ہستیوں میں حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کا نام و مقام بہت بلند اور نمایاں تھا۔

مجھے حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کی بہت سے تقاریر اور خطبات سننے کا شرف حاصل رہا ہے۔ ہمارے گاؤں وڈپگہ کی تقریباً تمام مساجد میں مختلف موضوعات پر آپ نے خطاب فرمایا ہے اسی طرح ادارہ تبلیغ الاسلام پشاور کے زیر اہتمام منعقد ہونے والے اجلاسوں اور جمعۃ المبارک کے مواقع پر آپ کے

ارشادات سننے کا موقع ملا۔

آپ کی تقریر اور خطاب قرآن وحدیث پر مشتمل ہوتا تھا۔ ہر اہم بات کو تین مرتبہ دہراتے۔ مجمع میں مکمل خاموشی ہوتی۔ آپ کی باتیں روحانی پاکیزگی عطا فرماتیں۔ سامع کے دل کے اندر اٹھنے والے سوالات کے جوابات خود ہی مل جاتے۔ سامعین کو ہمیشہ قرآن مجید پڑھنے کی تلقین فرماتے۔ آپ ظاہر سے زیادہ باطن کی طرف توجہ فرماتے اور زبان کے ساتھ ساتھ نگاہِ کاملہ سے دل کی دنیا بدلتے اور اصلاح کا اہتمام فرماتے تھے۔ آپ کی باتوں کا دلوں پر اثر ہوتا، رونگٹے کھڑے ہو جاتے۔ آپ پیرانہ سالی میں بھی جب خطاب شروع کرتے تو یوں معلوم ہوتا کوئی جوان تقریر کر رہا ہے۔ مسائل سمجھانے کا انداز منفرد تھا، ہر جملہ گہرا، بامعنی اور فکر انگیز ہوتا۔

آج کتنے ہی شعلہ بیان مقرر محفل سے داد سمیٹ لیتے ہیں، سننے والوں پر سحر طاری کر دیتے ہیں۔ اپنی قوت گویائی اور الفاظ کے اتار چڑھاؤ اور لفاظی سے اہل مجلس کے جذبات سے کھیل جاتے ہیں مگر یہ اثرات دیرپا نہیں ہوتے۔ اس کے برعکس حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کا طرزِ تقریر نہایت سادہ تھا مگر دلوں کی کیفیت بدل جاتی۔ یہ اس لئے تھا کہ آپ پیکرِ حق وصداقت تھے، آپ کی زندگی کا کوئی گوشہ لمحہ عشق احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے خالی نہ تھا۔ آپ کے مواعظِ حسنہ سے سامع روحانی دولت سے مالا مال ہو جاتا۔ آپ عموماً خطاب کے آخر میں امتِ مسلمہ کی بہتری، عظمت اور سربلندی کی دعا فرماتے۔ آپ ہمیشہ اپنی دعاؤں میں کشمیر، فلسطین، بوسنیا چیچنیا، عراق اور افغانستان کے مظلوم مسلمانوں کیلئے دعا فرماتے۔ دعا میں اکثر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام اور اہل بیت عظام کی ہستیوں کو بارگاہ الٰہی میں بطور وسیلہ پیش فرماتے۔ حاضرین مجلس کیلئے دعا فرماتے اور حاجات، رزق حلال، خلاصی قرض، نیک وصالح اولاد، برکت کاروبار اور بیماروں کی صحت یابی کیلئے دعا فرماتے۔

بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی
نگاہ ولی میں یہ تاثیر دیکھی

حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کا اوڑھنا بچھونا علم تھا، زندگی کا ہر لمحہ ان کا علم وعمل کیلئے وقف تھا۔ آپ کی

فیاضی سے ہزاروں لوگ سیراب ہوئے۔ آپ کی نظر کیمیاء نے ہزاروں لوگوں کے دل کی دنیا بدل دی۔ ہر ایک کو اپنے اپنے ظرف کے مطابق سیراب کرتے رہے۔

حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کسی بھی مرید کو لفظ مرید سے یاد نہ فرماتے، اکثر دوست کہہ کر یاد فرماتے۔ میں نے کئی ایسے لوگ دیکھے ہیں جو بظاہر بڑے نرم دل اور متواضع ہوتے ہیں مگر درحقیقت متکبر ہوتے ہیں عوام کے سامنے زہد و تقویٰ اور نہایت پرہیزگار بنتے ہیں مگر حرص و ہوس کی لعنت میں مبتلا ہوتے ہیں۔ اس کے برعکس حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ کی واحدانیت اور حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا مفہوم اپنے عمل سے سمجھاتے تھے۔ مریدوں کو عبادت کے ساتھ معاملات بہتر کرنے کی تعلیم دیتے تھے۔ ان کے اخلاق و کردار کو سنوارتے اور ان کو حصول علم کیلئے راغب کرتے تھے۔

مجھے ذاتی طور پر ان سے دولت ایمانی میسر ہوئی، عشق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دولت اور اولیاء کرام کی محبت سے میرے دل کو مالا مال فرمایا اور مجھے سکھایا کہ ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا جب تک دل میں مال، اولاد اور جان سے بھی زیادہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نہ ہو۔ یہ محبت جس قدر پختہ ہوگی ایمان بھی اسی قدر مضبوط ہوگا۔

نہ جب تک کٹ مروں میں خواجہ بطحا کی عزت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں گزرا ہوا وقت ایک قیمتی پونجی سمجھتے ہوئے دل سے لگا رکھا ہے۔ آپ کے جس قدر احسانات مجھ پر ہیں اگر میرا بال بال بھی سراپا سپاس بن جائے تب بھی اس کی عنایات، نوازشات اور مہربانیوں کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔ انہوں نے مجھے جو فکر و خیال کی وسعت عطا فرمائی دنیاوی اور اخروی سعادتوں سے نوازا اور جس خلوص و محبت سے مجھے دنیاوی علم و نظر کی دولت بخشی میں ایسے عظیم مربی کے احسان کے تلے دبا ہوا ہوں

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذتِ آشنائی

استاد و شاگرد، پیر و مرید کے درمیان دینی اور روحانی رشتہ کے جذبات ایک خاص حد تک تو لفظوں میں ڈھل سکتے ہیں مگر لفظوں سے ماورا کسی اور طرزِ اظہار کی ضرورت ہوتی ہے جس سے میرا دامن خالی ہے

آنسو چھلک پڑے تو میری لاج رہ گئی
اظہار غم کا ورنہ سلیقہ نہ تھا مجھے

اس وقت حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کی جدائی دل میں غم کی ایسی کیفیت پیدا کر رہی ہے جسے عقلی دلیل سے سنبھالا نہیں دیا جاسکتا۔ انکی یادیں مجھ جیسے ہزاروں بے چین دلوں کو رلاتی بھی ہیں اور تڑپاتی بھی ہیں

نشتر کی طرح دل میں اترتی ہے ان کی یاد

آپ گلشن قادریہ کی بہار تھے، آپ تو علم وعمل کا آسمان تھے، آپ صاحبِ علم بھی تھے اور صاحب عمل بھی۔ آج سراپا شفقت مربی ہمارے پیر و مرشد ہم میں نہیں ہے، ہر آنکھ پُرنم ہے، ہر دل پریشان، ہر بندے کو بے کلی سی ہے۔ ایک ندامت سی ہے کہ اس چشمہ فیض سے کماحقہ اکتساب نہیں کیا۔ ہم حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس رہے مگر پھر بھی حقیقت میں پاس نہ رہے۔ یہ تو آنے والا وقت ہی بتائے گا کہ آپ کا مقام و مرتبہ کتنا بلند تھا۔ کوئی صاحب بصیرت ہی اس راز سے پردہ چاک کرے گا۔ تاہم اس میں شک نہیں کہ ہم زندگی کے عملی میدان میں مصروفِ عمل ہیں، معاشی تفکرات میں گھرے ہوئے ہیں مگر آپ کی پاکیزہ زندگی، کردار و افکار کو مشعل راہ بنا کر شاہراہ حیات روشن کرنے کی کوشش کریں گے کیونکہ یہی وہ روشنی ہے جو ہمارے دلوں کے تاریک پہلوؤں کو روشن کرسکتی ہے اور ہمیں دنیا اور آخرت میں کامیابی سے ہمکنار کرسکتی ہے

گو میں رہا رہین ستم ہائے روزگار لیکن تمہاری یاد سے غافل نہیں رہا

اللہ تعالیٰ ہم سب کو سلسلہ عالیہ قادریہ حسنیہ امیریہ پر استقامت عطا فرمائے اور آپ کے صاحبزادہ اور سجادہ نشین جناب سید محمد نورالحسنین قادری گیلانی (سلطان آغا) صاحب کے فیوض و برکات سے مستفید فرمائے اور انہیں عمر دراز عطا فرمائے تاکہ وہ اپنے والد ماجد قبلہ مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے یونہی ہماری سرپرستی فرماتے رہیں ---- آمین!

گزشتہ سے پیوستہ

ارشاداتِ غوثُ الصمدانی

سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ

مرتب: سید کامران شاہ بخاری (وڈپگہ)

قبور سے عبرت افسوس تو بڑا مغرور، نہایت متکبر، بہت زیادہ حریص اور سراپا خواہش اور مجسم لغزش ہے۔ ٹوٹی پھوٹی قبروں کو دیکھ اور ان کے مُردوں سے ایمان کی زبان میں گفتگو کر۔ وہ تجھے اپنا حال سنائیں گے۔

عزیزم! تم خداوند تعالیٰ اور اس کے دوستوں سے محبت کا دعویٰ کرتے ہو۔ کیا میں تمہیں بغیر پر کھے ہوئے چھوڑ دوں اور شرم نہ دلاؤں۔ میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے تمہارا محتسب ہوں کہ منافقت کرنے والے، قول وفعل میں جھوٹوں کی گردنیں اڑادوں۔ بہت سے متاع بار بار میرے محتسب رہ چکے ہیں اور میں اس احتساب میں پورا اترا۔

اے اہلِ زمین! آٹا گوندھ رکھو کہ شکم سیری کا ذریعہ ہے۔ تمہارے اعمال بے نمک سیٹھے ہیں آؤ اس کیلئے نمک لے لو۔ اے نمک کے خریدار! آگے آ۔ منافقو! تمہارے گندھے ہوئے آٹے میں نہ نمک ہے نہ خمیر۔ اس میں علم کے خمیر اور اخلاص کے نمک کی ضرورت ہے۔

منافق تو ریا کا معجون مرکب ہے۔ عنقریب نفاق آگ بن کر الٹ پڑے گا۔ دل کو نفاق سے پاک کر کہ نجات ملے۔ دل میں خلوص ہو تو اعضاء (کے اعمال) میں خلوص پیدا ہو جاتا ہے۔ دل اعضاء کا نگران ہے۔ جب وہ سیدھا ہوتا ہے تو بدن کے باقی حصے بھی سیدھے ہو جاتے ہیں۔ جب قلب واء

سب درست ہو جاتے ہیں تو مومن کامل ہو جاتا ہے اور اہل وعیال، پاس پڑوس اور شہریوں کا محافظ ہوتا ہے۔اس کی حالت اس کی قوتِ ایمان اور قربِ الٰہی کے مطابق بلند ہوتی رہتی ہے۔

تعمیل احکام

لوگو! خدا تعالیٰ کے ساتھ اپنے معاملات درست رکھو اور اس سے ڈرتے رہو۔اس کے احکام کی تعمیل کرو، اسی تعمیل احکام کی تم کو تکلیف دی گئی ہے۔علمِ سابق میں مشغول ہونے کا حکم نہیں دیا گیا۔یہ حکم بجالاؤ اور اس کا حق ادا کرو۔جب تم اس پر عمل کرو گے تو وہ تمہارا ہاتھ پکڑ کر اس ذات کے پاس لے جائے گا جس کیلئے تم نے عمل کیا اور تمہیں وہ علم حاصل ہوگا جو پہلے حاصل نہ ہوا تھا۔پھر علم کی وجہ سے خدا کا ساتھ اور حکم کے سبب مخلوق کا ساتھ حاصل ہوگا۔تم نے پہلے حکم پر عمل کیا نہیں، دوسرے کے طالب ہو۔جب پہلے حکم پر تمہارے قدم جم جائیں پھر دوسرے کی طلب کرو۔

پہلے علم پھر عمل

میرے عزیز! شاگرد سے تو ملا نہیں، استاد سے کیا سیکھے گا۔واپس ہو جا اور عقل سیکھ۔پہلے علم حاصل کر پھر اخلاص سے عمل کرتا رہ۔حضور رحمت للعالمین ﷺ نے فرمایا" پہلے دین کی سمجھ حاصل کر پھر گوشہ نشین ہو جا۔"

مومن وہ ہے جو واجبات سیکھے پھر مخلوق سے یکسو ہو کر اپنے پروردگار کی عبادت میں خلوت نشین ہو رہے۔مخلوق کو پہچان کر اس سے بغض رکھے اور خدا کو پہچان کر اس سے محبت کرے۔اس کا عاشق وخادم بنا رہے۔مخلوق اس کا پیچھا کرے اور وہ ان سے بھاگے اور کسی اور ہی کا طالب ہو۔ان کا شوق نہ ہو کسی دوسرے کا شوق ہو۔مومن جانتا ہے کہ مخلوق کے ہاتھ میں نہ نفع ہے نہ نقصان، نہ خیر ہے نہ شر۔اگر ان میں سے کوئی چیز ان کے ہاتھوں ہوتی ہے تو وہ خدا ہی کی طرف سے ہوتی ہے، ان کی طرف سے نہیں۔اس لئے اس نے سمجھ لیا کہ ان سے دور رہنا ان کے قریب ہونے سے بدرجہا بہتر ہے۔اس نے اصل کو لیا اور شاخ چھوڑ دی۔وہ جانتا ہے کہ اصل ایک اور شاخیں بہت ہیں اسلئے اس نے جڑ کو پکڑ لیا۔اس نے آئینہ فکر میں دیکھا تو معلوم ہوا کہ ایک در کا ہو رہنا بہت سے دروازوں پر جانے سے بہتر ہے۔بس وہ وہیں پڑ رہا اور اسی کا ہو رہا جس میں ایمان، یقین اور اخلاص ہوتا ہے، وہی عقلمند ہے۔اسے بہترین عقل عطا ہوتی

ہے اس لئے وہ لوگوں سے بھاگتا اور ان سے کنارہ کرتا ہے۔

ترقی ایمان

غصہ کی خوبی خدا تعالیٰ کیلئے غصہ کیا جائے تو اچھا ہے اور غیر خدا کیلئے کیا جائے تو برا۔ مومن کو خدا کیلئے غصہ آتا ہے نفس کی خاطر نہیں۔ وہ دین کی مدد کیلئے جوش میں آجاتا ہے اپنے نفس کیلئے نہیں۔ جب خدا کی حدود میں سے کوئی حد ٹوٹتی ہے تو وہ غضبناک ہو جاتا ہے جیسے چیتے سے شکار چھینا جائے تو وہ غضبناک ہو جائے۔ اس کے غصے کی وجہ سے حق تعالیٰ کو بھی غصہ آتا ہے اور اس کی رضامندی سے راضی ہوتا ہے۔ ظاہر میں خدا کیلئے اور حقیقت میں نفس کیلئے غصہ نہ کر ورنہ منافق اور اس کے مشابہ ہو جائے گا۔ جو چیز خدا کیلئے ہوتی ہے وہ کامل ہوتی ہے، باقی رہتی اور ترقی کرتی رہتی ہے اور جو غیر کیلئے ہوتی ہے وہ بدل جاتی ہے اور زائل ہو جاتی ہے۔ جب تو کوئی کام کرے تو اپنے نفس، خواہش اور شیطان کو اس سے دور کر دیا کر۔ صرف خدا کے تعمیل حکم کی غرض سے انجام دے خدا تعالیٰ کی طرف سے یقینی حکم ملے بغیر کوئی کام نہ کر۔ یہ حکم شرع کی رو سے ہوگا یا شریعت کے مطابق اللہ تعالیٰ کی طرف سے دل میں بات آجائے گی۔

دربارِ خداوندی میں افتخار اپنی ذات، مخلوق اور دنیا کے بارے میں زاہد بن۔ خدا تعالیٰ تجھ کو مخلوق سے راحت دے گا۔ خدا کی محبت اور قرب سے راحت حاصل کرنے کی طرف راغب ہو۔ اس کے انس کے سوا کوئی انس نہیں اور اس کی معیت کے سوا کہیں راحت نہیں۔ اپنے نفس، خواہش اور وجود کی کدورتوں سے پاک ہونے کے بعد اہل اللہ کے ساتھ رہ۔ ان کی تائید کے ساتھ تجھے مدد ملے گی اور ان کی بینائی سے تجھے بصیرت حاصل ہوگی اور جس طرح ان پر فخر کیا جاتا ہے تجھ پر فخر کیا جائے گا۔ بادشاہ تمام غلاموں میں تجھ پر فخر کرے گا۔

قلبی نجاست کا اثر اپنے قلب کو ماسوا سے پاک کر تو ماسوا کے علاوہ اس کو بھی دیکھ سکے گا۔ پہلے

تجھے وہ نظر آئے گا پھر اسکے تصرفات جو عالم میں ہو رہے ہیں دکھائی دیں گے۔ جس طرح ظاہری نجاست کے ساتھ بادشاہوں کے دربار میں جانے کی اجازت نہیں اسی طرح شہنشاہ یعنی خدا کے سامنے باطنی نجاست کے ساتھ نہیں جا سکتا۔

تو تلچھٹ سے بھرا ہوا مٹکا ہے وہ تجھے لے کر کیا کرے گا۔ تیرے اندر جو کچھ ہے اسے الٹ دے اور دھو دھلا کر صاف کر لے پھر بادشاہ کے دربار میں داخلہ کی اجازت ہوگی۔ تیرے دل میں گناہ، مخلوق کا ڈر اور امید، دنیا کی محبت اور ماسوا کی الفت بھری ہوئی ہے۔ یہ سب دل کی گندگیاں ہیں۔ جب تک تیرا نفس مردہ نہ ہو جائے اور سچی للٰہیت نہ پیدا ہو تجھے وعظ کہنا جائز نہیں۔ ہاں نفس کے مرنے کے بعد مخلوق کی جانب توجہ کرنے میں کوئی حرج نہیں لیکن جب تک تیرے نزدیک مخلوق کی کوئی وقعت ہے اور تیری نظر ان پر جاتی ہے تو اپنا ہاتھ بوسہ دینے کیلئے ان کی طرف نہ بڑھا۔ قرب الٰہی میں مدہوش ہونے سے پہلے واعظ نہ بن۔ دہشت چھا جانے کے بعد تو لوگوں سے ان کے ہاتھ چومنے، ان کی بخشش اور انکارِ تعریف و مذمت سے بے خبر ہوگا۔

ایمان کی کمی زیادتی کا سبب جب توبہ درست ہوتی ہے تو ایمان بھی صحیح اور زیادہ ہوتا ہے۔

اہلِ سنت کے نزدیک ایمان کم، زیادہ ہوتا رہتا ہے۔ اطاعت سے بڑھتا اور گناہ سے گھٹ جاتا ہے۔ یہ عوام کی حالت ہوتی ہے اور خواص کا ایمان دل سے مخلوق کا خیال دور ہو جانے سے بڑھتا ہے اور مخلوق کو دل میں جگہ دینے سے کمی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے پاس رہنے سے زیادہ ہوتا اور غیر کے ساتھ سکون پانے سے گھٹ جاتا ہے۔ وہ اپنے پروردگار ہی پر توکل کرتے، اسی پر اعتماد رکھتے، اسی کا سہارا لیتے، اسی سے ڈرتے اور اسی کی جانب رجوع کرتے ہیں۔ اسی کو یگانہ سمجھتے اور اسی پر تکیہ کرتے ہیں۔ کسی کو اس کا شریک نہیں سمجھتے۔ اس پر ان کی آزمائش بھی ہوتی ہے۔ ان کے دلوں میں توحید ہوتی ہے اور ظاہر میں مخلوق کی مدارت کرتے ہیں۔ نادانی کا جواب جہالت سے نہیں دیتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے

"جب جاہل ان کو مخاطب کرتے ہیں تو وہ سلام کہہ دیتے ہیں۔"

گفتگو وسکوت کا موقع خاموشی اختیار کرو اور جاہل کی جہالت، اس کی طبیعت، خواہش اور نفس کے جوش پر غصہ کو پی جانا ضروری سمجھو۔ ہاں اگر خدا کی نافرمانی کریں تو چپ رہنا حرام ہے۔ اس وقت کلام کرنا عبادت اور خاموش رہنا معصیت ہے۔ اگر نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے پر قدرت ہو تو اس میں کوتاہی نہ کر۔ یہ خیر کا دروازہ ہے جو تیرے سامنے کھلا ہوا ہے، اس میں داخل ہونے میں جلدی کر۔

مومن کی دنیا عیسیٰ علیہ السلام جنگل کی گھاس کھاتے، چشموں کا پانی پیتے، غاروں اور ویرانوں میں رہا کرتے تھے۔ جب نیند آتی تو کسی پتھر یا ہاتھ کو تکیہ بنا لیتے۔ مومن یہی کرتا اور اسی طرح خدا سے ملنے کا عزم رکھتا ہے۔ دنیاوی مقسوم خود ہی اس کے پاس آجاتا ہے اور حسبِ ظاہر ان سے فائدہ اٹھاتا ہے لیکن اس کا قلب پہلے کی طرح اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوتا ہے جو نہیں بدلتا۔ جب زہد دل میں جم جاتا ہے تو دنیا کی آمد اور مقسوم کا استعمال اس کو بدل نہیں سکتے۔

اگر مومن دنیا اور اہلِ دنیا، اس کی لذتوں اور شہوتوں کو جی سے چاہتا تو دم بھر بھی صبر نہ کر سکتا۔ رات دن اسی میں مشغول رہتا۔ نہ عبادت کر سکتا نہ ریاضت نہ اللہ تعالیٰ کا ذکر، نہ اس کی اطاعت۔ حق تعالیٰ نے اس کے نفس کے عیوب اسے دکھا دیئے تو اس نے توبہ کر لی اور گزرے ہوئے دنوں میں اپنی بداعمالی پر پچھتایا اور دنیا کے عیوب کتاب، سنت اور مشائخ سے معلوم ہو گئے تو اس میں زہد پیدا ہو گیا۔ جب اس نے ایک عیب پر نظر ڈالی تو بہت سے دوسرے عیوب بھی نظر آئے۔ اس نے سمجھ لیا کہ دنیا ناپائیدار اور عمر فانی ہے۔ اس کی نعمتیں زوال پذیر اور حسن متغیر ہونے والا ہے۔ اس کے اخلاق برے، ہاتھ قاتل، باتیں زہر کی بجھی ہوئی اور وہ طلاق دی ہوئی ہرجائی ہے۔ اس کا نہ کوئی ٹھکانہ ہے نہ اصلیت، نہ اس کے قول وقرار کا اعتبار۔ اس میں رہنا پانی پر گھر بنانا ہے۔ مومن اس کو اطمینانِ قلب اور گھر بنانے کیلئے نہیں لیتا۔ اس کے بعد ایک درجہ اور ترقی کرتا ہے، اس کا زہد قوی ہو جاتا ہے اور وہ خدا کو پہچان لیتا ہے۔ پھر تو آخرت بھی دلی اطمینان اور گھر بنانے کیلئے نہیں لیتا بلکہ خدا کے پاس رہنے ہی کو دنیا و آخرت میں اطمینان کا باعث سمجھتا ہے اور وہیں اپنے باطن اور قلب کا گھر بناتا ہے۔ اس وقت اسے دنیا کی تعمیر نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ چاہے

ہزاروں گھر بنالے کیونکہ وہ کسی دوسرے ہی کیلئے گھر بناتا ہے اپنے لئے نہیں۔ وہ اس میں بھی خدا کے حکم کی تعمیل اور قضاوقدر کی موافقت کرتا ہے۔ مخلوق کی خدمت اور آرام کیلئے بناتا ہے۔ کھانا پکانے اور روٹیاں تیار کرنے میں دن رات لگا رہتا ہے لیکن اس میں سے ایک ذرّہ نہیں کھاتا۔ اس کا کھانا خاص ہے جس میں کوئی شریک نہیں ہوسکتا۔ اس لئے وہ اپنے کھانے کے وقت افطار کرتا اور دوسروں کے کھانے کے وقت روزہ دار اور بھوکا رہتا ہے۔

زاہد کا روزہ زاہد تو کھانے پینے کا روزہ رکھتا ہے اور عارف اپنے محبوب کے سوا سب سے پرہیز کا روزہ رکھتا اور ہمیشہ بھوکا رہتا ہے۔ اپنے طبیب کے ہاتھ کے سوا کسی دوسرے کے ہاتھ سے نہیں کھاتا۔ محبوب کا فراق اس کا مرض اور اس کا قرب دوا ہے۔ زاہد صرف دن میں روزہ رکھتا ہے اور عارف کا روزہ رات دن ہر وقت رہتا ہے۔ خدا سے ملنے کے وقت تک اس کا روزہ نہیں کھلتا۔ عارف عمر بھر کا روزہ دار اور سدا کا بیمار ہے۔ دل اس کا روزہ دار اور باطن مبتلائے بخار ہے۔ اس نے سمجھ لیا کہ اس کی شفا خدا کی ملاقات اور اس کا قرب ہے۔

نجات کی راہ میرے عزیز! اگر تو نجات چاہتا ہے تو دل سے لوگوں کا خیال نکال دے، نہ ان سے ڈر نہ امید رکھ۔ نہ ان سے محبت ہو نہ ان سے سکون ملے۔ سب سے بھاگ اور الگ ہو اور ان کو مردار سمجھ۔ جب تجھ میں یہ کیفیت صحیح طرح پیدا ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کی یاد سے اطمینان اور غیر خدا کے ذکر سے پریشانی ہوگی۔

سعی اور تائید الٰہی

توفیق الٰہی کی درخواست حکم بجالاؤ اور نہی سے باز آ۔ آفتوں پر صبر کر اور نفلی عبادتوں سے اس کے قریب ہونے کی کوشش کر۔ تیرا نام بیداروں اور کارگزاروں میں لکھ دیا جائے گا۔ کوشش اور ترک

تکلف کر کے خدا کی مدد مانگ۔ حضوری عمل کا دروازہ ہے اور وہ عمل کرانے والا۔ اسی سے مانگ اور اس کے حضور میں عاجزی کر کہ تیرے لئے اطاعت کے اسباب مہیا کر دے۔ اگر وہ کام لینا چاہے گا تو اس کیلئے تیار کر دے گا۔ تجھے اپنے مقام سے لپکنے کا حکم دے گا اور اپنی طرف سے توفیق بھیج دے گا۔ حکم ظاہر ہے اور توفیق باطنی امر ہے۔ گناہوں سے روکنا ظاہر ہے اور ان سے پرہیز کرنا باطن ہے۔ اسی کی توفیق سے تو مضبوط ہوتا، اسی کی حفاظت و عصمت کے بل پر گناہ سے بچتا اور اسی کی طاقت کی بنا پر صبر کرتا ہے۔

میرے پاس عقل و ثبات، نیک نیتی اور پختہ ارادے کے ساتھ آ۔ نہ مجھے تہمت لگاؤ، نہ میرے بارے میں بدگمانی کر پھر میری باتیں تمہیں مفید ہوں گی اور ان کا مطلب سمجھو گے۔ مجھ پر الزام رکھنے والے! کل کو میرا سب حال تم کو معلوم ہو جائے گا۔ میرا مقابلہ نہ کر، تیرا دل مغلوب ہو کر دب جائے گا۔ دنیا کی ذمہ داری میرے سر پر، آخرت کا بوجھ دل پر اور حق تعالیٰ کی معرفت کا وزن میرے باطن پر ہے۔ کیا کوئی میری مدد کرنے والا ہے؟ کوئی ہے جو میری جانب قدم بڑھانے کی جرأت کرے اور اپنی جان پر کھیل جائے؟

اہل اللہ ادب اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ میں خدا تعالیٰ کے سوا کسی کی مدد کا محتاج نہیں۔ سمجھ سے کام لو اور اہل اللہ کا ادب کرو۔ وہ چنے ہوئے لوگ ہیں، شہروں اور باشندگانِ زمین کے محافظ ہیں۔ انہیں کی وجہ سے زمین محفوظ ہے ورنہ اے منافقو، خدا اور رسول کے دشمنو، آگ میں جلائے جانے والو! تمہاری ریا، نفاق اور شرک کے باعث حفاظت ہو چکی۔

الٰہی مجھ پر اور ان سب پر توجہ فرما، اے اللہ مجھ کو اور ان سب کو جگا دے، مجھ پر اور ان سب پر رحم فرما، ہم سب کے قلوب اور اعضاء کو اپنے لئے مخصوص کر لے۔ اگر مشغولی کے بغیر چارہ نہ ہو تو اعضاء کو دنیا میں اہل و عیال کیلئے اور نفس کو آخرت کیلئے اور قلب و باطن کو اپنی ذات کیلئے چن لے --- آمین!

سعی عمل عزیزم! تجھ سے کچھ ہو نہیں سکتا لیکن عمل کرنا ضروری بھی ہے۔ اکیلئے تجھ سے کچھ نہ ہو سکے گا لیکن حاضری ضروری ہے۔ تو محنت اور عمل کے دروازہ پر ثابت قدم رہ تاکہ وہ تجھ سے تعمیر کا کام لے۔

تیری اور توفیقِ الٰہی کی مثال مزدور اور راج کی ہے۔تو مزدور اور توفیقِ الٰہی کام لینے والی۔کام لینے والا اللہ تعالیٰ ہے۔تجھ کو تو اس نے اطاعت کی کوشش کا حکم دیا ہے،توفیق اس کی طرف سے آئے گی۔

نفس کی زنجیر افسوس! تیرا نفس مخلوق کی امید و بیم میں گرفتار ہے۔اس کے پاؤں سے ان بیڑیوں کو نکال دے تاکہ وہ اپنے پروردگار کی اطاعت کیلئے کھڑا ہو جائے اور اس کے سامنے مطمئن رہے۔دنیا، اس کی خواہشوں، عورتوں اور دنیا کی ہر چیز سے نفس کو دور رکھ۔اگر ان میں سے کوئی چیز تیری قسمت میں ہے تو بے ارادہ و بے طلب تیرے پاس خود بخود آ جائے گی اور تیرا نام خدا کے یہاں زاہد ہوگا۔وہ تجھے عزت کی نظر سے دیکھے گا اور مقسوم بھی ہاتھ سے نہ جائے گا۔تو جب تک اپنے زور و قوت اور اپنی چیزوں پر بھروسہ رکھے گا خزانہ غیب سے کچھ نہ ملے گا۔

اے اللہ! ہم چیزوں پر بھروسہ رکھنے، ہوس، خواہشوں اور عادتوں میں پڑے رہنے سے پناہ چاہتے ہیں۔ہم تمام حالتوں میں برائی سے پناہ مانگتے ہیں۔اے پروردگار! ہم کو دنیا و آخرت میں نیکی دے اور ہم کو دوزخ سے بچا۔ (جاری ہے)

بقیہ: اعلیٰ حضرت کی ایک منفرد نعت

بس خامہ خام نوائے رضا، نہ یہ طرز میری نہ یہ رنگ میرا
ارشادِ احبا ناطق تھا نا چار اس راہ پڑا جانا

ترجمہ: بس کر رضا کے ناپختہ کار قلم! نہ تو یہ میری اصلی طرزِ نگارش ہے اور نہ ہی میرا رنگِ تغزل ہے بلکہ دوستوں کے ارشاد کے آگے سر تسلیم خم کرتے ہوئے یہ نئی طرز اور رنگ ڈھنگ اپنانا پڑا۔

تبصرۂ کتب

(تبصرہ کیلئے کتاب کے دو نسخے ارسال کئے جائیں)

عنوان: ماں جی قبلہ کی یاد میں

مصنف: کوکب نورانی اوکاڑوی

سالِ اشاعت: جون ۲۰۰۵ء

صفحات: ۱۶۱

ملنے کا پتہ: جامع مسجد گلزارِ حبیب گلستانِ اوکاڑوی، سولجر بازار کراچی۔

تبصرہ نگار: سید محمد انور شاہ قادری

(لائبریرین گورنمنٹ ہائیر سیکنڈری سکول نمبر ۳، پشاور شہر)

خطیبِ اعظم پاکستان حضرت علامہ مولانا محمد شفیع صاحب اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے کون واقف نہیں۔ آپ کے پندرہ روزہ ''الحسن'' پشاور کے بانی مدیر اعلیٰ استاذِ کامل، مرشدِ اکمل، قطبِ عالم حضرت علامہ سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ نہایت گہرے محبانہ مراسم تھے۔ جب بھی پشاور آتے تو آستانہ عالیہ قادریہ آقا پیر جان یکہ توت تشریف ضرور تشریف لاتے۔ ادارہ تبلیغ الاسلام پشاور کے سٹیج پر آپ نے کئی بار سیدنا مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کی صدارت میں بصیرت افروز خطاب فرمایا۔

جب تقریر فرماتے تو یوں لگتا کہ ایک نورانی چشمہ ابل رہا ہے جس سے سامعین کے قلوب میں حبِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مشعل روشن ہو رہی ہے اور یہی حال ان کی تحریر کا بھی تھا جسے پڑھ کر قارئین کی مشامِ جاں معطر ہو جایا کرتی۔

یہ دونوں خوبیاں رب العالمین جل جلالہ نے ان کے جواں سال صاحبزادے محترمی حضرت علامہ ڈاکٹر کوکب نورانی مدظلہ العالی کو بھی بکمال ودیعت فرما رکھی ہیں۔ آپ خطیبِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے قابلِ قدر

جانشین اور حقیقی معنوں میں وارث ہیں اور ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دین کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

زیر نظر کتاب کوکب نورانی صاحب مدظلہ العالی نے اپنی والدہ محترمہ (زوجہ خطیب اعظم رحمۃ اللہ علیہ) کی یاد میں مرتب کی ہے جو طویل علالت کے بعد یکم ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ/۱۰ مئی ۲۰۰۵ء کو اس دنیائے فانی سے کوچ کر کے خالق حقیقی سے جاملیں۔ اگلے روز نشتر پارک کراچی میں ان کی نماز جنازہ ادا کی گئی اور اپنے مجازی خدا کے پہلو میں جامع مسجد گلزارِ حبیب میں اپنی آخری آرام گاہ کے سپرد کر دی گئیں۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

کوکب صاحب نے اس کتاب میں اپنی ماں جی کا ذکرِ خیر بڑے ہی پیار و محبت اور والہانہ انداز سے کیا ہے۔ ان کی بیماری کا تذکرہ بھی کیا اور ہسپتال میں معالجین کی بے حسی اور غفلت ولا پرواہی پر دکھ بھرے خیالات کا اظہار بھی کیا۔ نیز تعزیت کرنے والوں کو بھی آپ اس غمناک موقع پر نہ بھولے اور ان کی پوری فہرست درج کر ڈالی جس سے ان کی انسان دوستی، قدردانی اور تواضع کا پتہ چلتا ہے۔

علامہ صاحب نے اس موقع کی مناسبت سے قرآن کریم کی ایسی آیاتِ کریمہ اور پیارے محبوب حضور رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ بھی جمع فرمادیں جن میں والدین کے حقوق کی طرف متوجہ کیا گیا ہے۔ ان سے محبت اور ان کی خدمت کرنے کی ترغیب دلائی گئی ہے۔ اگر ہمارے ائمہ حضرات خطبات جمعۃ المبارک میں یہ ارشاداتِ الٰہی و ارشاداتِ نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم بیان کیا کریں تو اس کے بڑے اچھے اثرات ہماری نوجوان نسل پر مرتب ہو سکتے ہیں اور بچوں کے بارے میں والدین کی شکایات کا ازالہ ہو سکتا ہے۔

کتاب ہذا کی ایک اور نمایاں خوبی یہ ہے کہ اس میں ماں جیسی شفیق و مہربان ہستی کے بارے میں مغربی دانشوروں کے اقوال بھی انگریزی میں نقل کئے گئے ہیں۔ اس طرح ہمارے جدید تعلیم یافتہ طبقہ کیلئے بھی اس میں دلچسپی کا سامان پیدا ہو گیا ہے۔

اگر عربی عبارت کی طرح انگلش کا بھی اردو میں ترجمہ کر دیا جاتا تو زیادہ بہتر نتائج سامنے آتے۔

بعض مقامات پر تکرار بھی پایا جاتا ہے لیکن جس المناک موقع پر یہ کتاب مرتب کی گئی ہے ایسے حالات میں ایسا ہو جانا ایک فطری عمل ہے۔

مولیٰ کریم کوکب نورانی صاحب کی امی جان کی مغفرت فرمائے، انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اور ان کی مرقد کو اپنے انوار وتجلیات سے منور فرمائے۔ تمام سوگواران خصوصاً کوکب نورانی صاحب کے نڈھال و بے قرار قلب کو صبر جمیل عطا فرمائے اور اس کتاب کو ہمارے نوجوانوں کیلئے مشعل راہ بنائے تا کہ زندگی میں اپنے والدین کی قدر کریں اور بعد از وفات اعمالِ صالحہ (قرآن خوانی، نعت خوانی، نوافل، محافلِ میلاد النبی ﷺ کے انعقاد اور خیرات وصدقات وغیرہ) کے ذریعہ ان کی ارواح کو ایصالِ ثواب کیا کریں کیونکہ سلفِ صالحین سے اہلِ سنت کا یہی معمول چلا آ رہا ہے۔

قطعہ

از فیض لودھیانوی مرحوم ومغفور

چاند کی تسخیر سے یہ بات روشن ہو گئی
برسرِ عرشِ بریں برحق ہے معراج النبی

کس طرح پہنچا وہاں تک آپ کا جسم لطیف
اس حقیقت کو بھی دانش مند پا لیں گے کبھی

غزل

ہوشؔ ترمذی

دل کو غم راس ہے یوں، گل کو صبا ہو جیسے
اب تو یہ درد کی صورت ہے دوا ہو جیسے

ہر نفس حلقہ زنجیر نظر آتا ہے
زندگی جرمِ تمنا کی سزا ہو جیسے

کان بجتے ہیں سکوتِ شب تنہائی میں
وہ خموشی ہے کہ اک حشر بپا ہو جیسے

اب تو دیوانوں سے یوں بچ کے گزر جاتی ہے
بوئے گل بھی تیرے دامن کی ہوا ہو جیسے

کہتے کہتے غم دل عمر گزاری لیکن
پھر بھی احساس یہ ہے، کچھ نہ کہا ہو جیسے

ہوشؔ بے تابی احساس کا عالم توبہ!
مجھ میں چھپ کر وہ مجھے دیکھ رہا ہو جیسے